شیطان سے انٹرویو

رئیس الواعظین سید کرار حسین طاب ثراہ

کتاب کا نام: **شیطان سے انٹرویو**
تصنیف: رئیس الواعظین سید کرار حسین طاب ثراہ
ترتیب و تنظیم: سید حسین جعفر وہب، فیضان جعفر علی
ناشر: طوبای محبت
سن اشاعت: 2018
قیمت: 125 روپیہ

«جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ»

ISBN:987-600-366-89-7

Phone: + 98 25 378 377 17
Fax: + 98 25 377 400 66
Mobile: + 98 912 253 49 67
+989192512406
www.islamicbookshop.net
Email: info@islamicbookshop.net
Iran/ Qom / Moallem st. / Moallem 10/ shahideyn st. / No 114

فہرست مطالب

سرکار رئیس الواعظین

حیات وخدمات کا سرسری جائزہ

ویسے خداوند عالم نے انسان کو بہت سی نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور ہر نعمت قدر و منزلت کے اعتبار سے بہت ہی عظیم ہے اور جتنی بھی نعمتیں خدا نے انسان کو عطا کی ہیں ان کا شکریہ ادا کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ شاید ہی کوئی ایسی نعمت ہو جو خدا نے انسان کو عطا نہ کی ہو نعمت کی قدر اور اس کا احساس اس وقت بہت ہی زیادہ ہوتا ہے جب وہ کھو جاتی ہے۔ ویسے تو انسان کو ہر نعمت کا شکریہ ادا کرنا چاہیے لیکن کچھ نعمتیں ایسی بھی ہیں جس کا شکریہ کرنے کے لئے خود خدا نے حکم دیا ہے اور وہ نعمت والدین کی نعمت ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا جس نے والدین کا شکر ادا نہیں کیا اس نے خدا کا شکریہ ادا نہیں کیا۔

قرآن مجید میں خدا نے جہاں یہ کہا ہے کہ خدا کا شریک قرار نہ دو وہیں یہ بھی کہا ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ احسان کرو۔ اب والدین میں چاہے ماں ہو یا باپ دونوں اپنے اپنے اعتبار سے عظیم اہمیت وفضیلت کے حامل ہیں۔

اللہ کی ایک خاص نعمت اور عنایت کا نام باپ ہے۔ جس کے لئے امام سجاد علیہ السلام نے فرمایا کہ (تمہارے باپ کا تمہارے اوپر حق یہ ہے کہ تمہاری

اصل ہے وہ اور تم اس کی فرع ہو اور اگر تمہارا باپ نہ ہوتا تو تمہارا بھی کوئی وجود نہ ہوتا لہٰذا جب بھی اپنے اندر کوئی کمال دیکھنا تو سمجھ لینا کہ اصل نعمت تمہارا باپ ہے جو تمہارے اوپر نازل ہوتی ہے پس اللہ کی حمد اپنے باپ کا شکر ہے اس نعمت کے اعتبار سے کرنا)۔

باپ دراصل انسان کی پہچان کا سبب تو اب انسان جو کچھ بھی ہے باپ کی وجہ سے ہی ہے جتنی بھی ترقی کرلے جس منزل پہ بھی پہنچ جائے اسے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس کا باپ اصل ہے۔ اب اگر کوئی باپ عالم دین ہو تو اس کا مرتبہ اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ خدا کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے اس نے ایسا باپ عطا فرمایا جو عالم دین اور خادم اہلبیت بھی تھے۔ اگر آج میں جو کچھ بھی ہوں اسی شفیق اور مہربان باپ کی وجہ سے ہوں۔ایسا باپ جس کی شفقتیں، مہربانیاں، محبتیں آج بھی یاد آتی ہیں۔والد محترم کی پوری زندگی خدمت دین میں گذر گئی۔

والد علام سرکار رئیس الواعظین مولانا سید کرار حسین رضوی واعظ طاب ثراہ کی پوری زندگی خدمت دین میں گزری، ان کی زندگی کا سرسری مطالعہ کرنے والا بھی یہ بات بے دھڑک کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ خدمت دین اور خدمت خلق کے لئے وقف کر دیا تھا۔ وہ اسی جذبہ کے تحت دور دراز علاقوں کا سفر کرنے سے بھی دریغ نہیں فرماتے تھے، جہاں موقع ملتا

اپنی صحت و حالت کی پرواہ کئے بغیر وہاں پہنچ جاتے اور اپنی ہر ممکن کوشش کرتے کہ جس طرح ممکن ہو دین مبین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی جائے۔ قلم ہو یا زبان آپ نے ہر طریقے سے حقیقی دین کی تبلیغ کی اور اس میں نمایاں نقوش چھوڑے ہیں۔ ظاہر ہے اس مجاہد فی سبیل اللہ کی حیات و خدمات سے آشنائی ہم جیسوں اور آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے اسی لئے یہاں ان کی حیات وخدمات کا اجمالی خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔

ولادت

آپ ۱۲ اگست ۱۹۳۷ء مطابق ۴/جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ بروز پنجشنبہ، میرپور ضلع اعظم گڑھ (اتر پردیش) میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد کا نام محمد رفیع تھا۔جو رفیق میاں کے نام سے مشہور تھے۔ رفیق میاں آیت اللہ ظفر الملت کے پھوپھا تھے۔

تعلیم

وطن میں ابتدائی تعلیم کے بعد آپ سنہ ۱۹۴۷ء میں مدرسہ جوادیہ (بنارس) میں داخل ہوئے اور کچھ عرصہ تک ابتدائی عربی بھی سرکار ظفرالملتؒ ہی سے پڑھی۔ فخرالافاضل کرنے کے بعد آپ مدرسۃ الواعظین (لکھنؤ) میں داخل ہوئے۔ وہاں کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد آپ نے کئی سال

تک مدرسہ الواعظین کی طرف سے تبلیغی خدمات انجام دیں۔ پھر اپنے طور پر خطابت کے لیے ہندوستان کے مختلف شہروں کے ساتھ ساتھ بیرونی ممالک میں بھی جاتے رہے۔

محمد آباد گوہنہ میں سکونت

آپ کا وطن میر پور تھا لیکن وہاں سے آمد و رفت میں بے حد دشواریاں ہوتی تھیں اس لئے آپ نے سید واڑہ محمد آباد گوہنہ میں سکونت اختیار کرلی۔ وہاں قیام کے دوران آپ نے شاہی مسجد میں نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ کی امامت شروع کی۔ سید واڑہ کی دینی فضا میں ترقی کے اثرات قرب و جوار کی بستیوں میں بھی محسوس کئے جانے لگے اور اصلاح معاشرہ کا کام تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔

مجلہ البیان

ایک سہ ماہی رسالہ حجۃ الاسلام سید محمد موسوی (نجفی ہاؤس بمبئی) کی سرپرستی میں آپ نے جاری کیا جس کے ایڈیٹر آپ خود تھے۔ اس کا پہلا شمارہ، محرم تا ربیع الاول ۱۴۱۷ھ محمد آباد گوہنہ ضلع مئو سے شائع ہوا۔ اس کے مضامین اہل علم کے نزدیک قابل قدر ہوتے تھے۔

اخبار تنظیم المکاتب

جب تنظیم المکاتب کا پندرہ روزہ اخبار جاری ہوا تو ایک عرصہ تک مولانا کرار حسین اس کے ایڈیٹر رہے۔

مناظرہ

جب سنہ ۱۹۵۵ء میں آپ نے ذاکری شروع کی تو اس وقت کے مقبول رجحان کو سامنے رکھتے ہوئے مناظرانہ انداز بیان اختیار کیا۔ ایک عرصہ تک اس سلاح کے ذریعہ دینی عقائد و اصول کو ذہنوں میں راسخ کیا۔ اس کے بعد خطیب اعظم سید غلام عسکری کی دوستی کے فیض سے تبلیغی اور اصلاحی انداز بیان اپنایا اور اس حوالہ سے مرکزی مقامات پر تبلیغی مجالس کا انعقاد کرایا۔ مساجد میں نماز جماعت کی بنیاد رکھی، دینی مکاتب کا قیام عمل میں آیا۔ سماجی اور معاشرتی پروگراموں میں اصلاح رسوم کی بنیاد ڈالی۔

آپ کی ذاکری کے مشہور واقعات میں مبارک پور کا تاریخی مناظرہ، احمد آباد گجرات کی سالانہ مجالس اور نوادہ چاند پور (اعظم گڑھ) میں شیعیت کی شجرکاری شامل ہیں۔ آپ کی تقاریر اہل سنت میں بھی مقبول تھیں، چنانچہ سیرت النبی اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلسہ جات میں اکثر آپ کو دعوت دی جاتی تھی۔

خطابت اور تصنیف و تالیف

آپ کی ذاکری سنہ ۱۹۵۵ء میں شروع ہوئی تھی۔ نیز تحریری خدمات کا سلسلہ سنہ ۱۹۶۲ء میں شروع ہوا جب آپ نے غلام محمد جیلانی کی کتاب ''بھائی بھائی'' کے جواب میں ''ہابیل قابیل'' لکھی۔ یہ آپ کی طالب علمی کا آخری زمانہ تھا۔ آپ کی تحریر و تقریر کی چاشنی کا راز آپ کے اس اسلوب میں پنہاں تھا جس کے آپ خود ہی موجد تھے اور شاید خاتم بھی۔

تصانیف

زمانہ طالب علمی ہی سے آپ کے مضامین رسالہ الجواد (بنارس)، الواعظ (لکھنؤ) اور دیگر قومی اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہتے تھے۔ لیکن مستقل تصانیف آپ کی حسب ذیل ہیں:

۱- ملیکۃ العرب

(حضرت خدیجہ بنت خویلد علیہاالسلام کی مفصل سوانح حیات): فارسی زبان میں بھی حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے حالات زندگی پر اس قدر تحلیلی کتاب موجود نہیں ہے اور خود اردو زبان میں بھی اب تک اس کتاب جیسی کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ اس کتاب میں حضرت خدیجہ کی زندگی سے متعلق ایک مسلمان کے ذہن میں پیدا ہونے والے سوالات کا اطمینان بخش جواب موجود ہے۔

۲۔ امّ المؤمنین حضرت عائشہ
۳۔ ہابیل قابیل
۴۔ نور و نار
۵۔ سازش (واقعہ قرطاس پر بحث)
۶۔ مجرم (بجواب انکشاف حقیقت)
۷۔ تاریخ الشیعہ
۸۔ دلیل عزا
۹۔ باغی (باغ فدک پر مفصل بحث)
۱۰۔ ولی اللہ
۱۱۔ نماز قرآن و عترت کے آئینہ میں
۱۲۔ تحفہ غدیر
۱۳۔ فلسفہ دعا (لکھنؤ میں خطاب کیا ہوا خمسہ مجالس)

ادارۂ تنظیم المکاتب

خطیب اعظم مولانا سید غلام عسکریؒ کے حالات میں ادارہ تنظیم المکاتب کی تاسیس کا حال لکھا گیا ہے۔ یہاں اتنا لکھنا ضروری ہے کہ خطیب اعظم نے مولانا کرار حسین کے ساتھ دینے کے وعدہ کے بعد ہی تنظیم المکاتب کے قیام کے لیے استخارہ کیا اور ۱۵/ جمادی الاول ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۱/

اگست ۱۹۶۸ء کو جو پہلی کمیٹی بنی اس میں خطیب اعظم سکریٹری اور مولانا کرار حسین جوائنٹ سکریٹری منتخب ہوئے۔ خطیب اعظم کی وفات کے بعد آپ سکریٹری ہوگئے۔ مولاناسعادت حسین نے جب صدارت چھوڑی تو علامہ ذیشان حیدر جوادی جو نائب صدر تھے، صدر ہوگئے اور مولانا کرار حسین نائب صدر ہوگئے۔

وفات

اگست ۱۹۹۸ء میں آپ کے حلق میں کینسر (سرطان) کے آثار ظاہر ہوئے۔ بمبئی کے علاج سے وقتی سکون ملا لیکن پھر مرض بڑھتا گیا۔آخری دنوں میں مدرسہ جوادیہ (بنارس) میں آکر مقیم ہوگئے اور علاج کا سلسلہ جاری رہا۔ آخرکار وہیں ۲۰ ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۷ مارچ ۲۰۰۰ء کو آپ نے رحلت فرمائی۔جنازہ محمد آباد گوہنہ لے جایا گیاجہاں ۲۱ ذی الحجہ کو مولانا سید شمیم الحسن نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو گھر کے نزدیک صدر امام باڑہ میں سپرد خاک کردیا گیا۔

زیر نظر کتاب ''شیطان سے انٹرویو'' رئیس الواعظین کا ایک دلچسپ مضمون ہے جو سنہ ۶۶-۱۹۶۵ء میں ماہنامہ الجواد بنارس سے قسط وار شائع ہوا تھا۔ مضمون کی اہمیت و افادیت کے مد نظر ہم نے اس مضمون کو مکمل ایک کتاب کی صورت میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور کتاب کے آخر میں

مولانا ناظم علی خیرآبادی کے ایک تحقیقی مضمون کو بھی شامل کیا گیا ہے تاکہ مطالعہ کرنے والے، شیطان و ابلیس کی تاریخ اور اس کے کارناموں اور فریب کاریوں سے مکمل طور پر آگاہ ہو سکیں۔

آخر میں اپنے ان تمام احباب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کو یقینی بنانے میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔

سید حسین جعفر (وھب)
نزیل حوزۂ علمیہ، قم۔ ایران

انٹرویو نمبر ۱

پرویز کو ایسا محسوس ہوا کہ یہ سر پر پانی سے لدا ہوا سیاہ بادل نہیں ہے بلکہ ڈائنوں کی فوج ہے جو مجھے نگلنے کے لئے بڑی تیزی سے دوڑ لگا رہی ہے۔

گھڑی پر نظر کی جو شام کے ٦ بجانے والی تھی اور دور دور تک کسی گاؤں کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ "امے! ابھی کتنی دیر یہ سفر جاری رہے گا" پرویز نے ٹم ٹم والے سے پوچھا 'حضور ابھی تک تو ایک چوتھائی بھی نہیں آئے اور نہ اب پہنچ ہی سکتے، یہ دیکھئے داہنی طرف کتنی شاندار بارش ہو رہی ہے۔' ٹم ٹم والے نے جواب دیا جو مسلسل گھوڑے کی پیٹھ پر کوڑے برسا رہا تھا۔

"اچھا تو سامنے مسجد کے دروازے پر ٹم ٹم روک دو آج کی رات یہیں گذاریں گے"۔ پرویز نے مایوسانہ انداز میں گھٹی گھٹی آواز سے کہا اور کرایہ دے کر ٹم ٹم والے کو روانہ کر دیا۔ پرویز اٹیچی اور تھیلا اٹھا کر مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ باہر جھما جھم پانی گر رہا تھا۔ بارش کے شور رات کی بھیانک تاریکی اور ہواؤں کے جھکڑ سے معلوم ہو رہا تھا کہ قیامت کی بسم اللہ ہو

گئی شائد۔ـــــــ یہ مسجد شاندار اونچی نیچی پہاڑیوں کے دامن میں شاید اکبراعظم کی بنوائی ہوئی تھی۔اس سڑک نے اس مسجد کو اور کارآمد بنا دیا ہے جو شیر شاہ سوری کی بنوائی ہوئی ہے۔

تقریبا ۱۰/ بجے رات کو بارش کازور ختم ہوامگر ہوابدستور چلتی رہی ــــ یکایک مسجد کی مضبوط پتھریلی دیواروں پر روشنی کا ایک دائرہ دوڑتا نظرآیا۔ "کون ہے۔"؟ مسجد کے دوسرے گوشہ سے ایک شخص نے اس کو للکارا جو ٹارچ کی روشنی کے ساتھ مسجد میں داخل ہو رہا تھا۔اس شخص کو شاید پرویز کی آمد کی اطلاع نہیں ہوئی تھی 'میں ہوں' آنے والے بھاری بھرکم آدمی نے گرجدار آواز میں جواب دیا اور پھر مسجد میں داخل ہو کر سوال کرنے والے سے پوچھا۔ "تمہارے علاوہ کوئی اور بھی یہاں ہے ؟" "جی نہیں" اس نے مسمسی آواز میں جواب دیاجو غالباآنے والے سے قطعی مرعوب ہو چکا تھا۔

آنے والے نے ایک مومی شمع روشن کی اور مسجد کے منبر پر نصب کرکے ایک طائرانہ نظر سے مسجد کا جائزہ لیایکایک اس کی نظر پرویز پرپڑ گئی جو مسجد کے کسی ستون کے اوٹ میں چھپنے کی کوشش کررہا تھا۔

'تم کون ہو۔'؟ـــــــآنے والا گرجا۔

پرویز جس کی صورت پر بارہ بج رہے تھے جو زبان حال سے کہہ رہا تھا۔ "صورت بہ بیں حالت میرس" اس کی صورت دیکھ کر نظریں نیچی کرلیتا ہے اور کچھ سوچنے لگ جاتا ہے شاید وہ اپنی موجودہ تبلیغی زندگی پر 'لعنت لعنت' کی گردان گردانی رہا تھا۔ "بہرے معلوم ہوتے ہو؟"۔اس کی دوسری جلادی آواز آئی۔ "جی نہیں سن رہا ہوں" پرویز دل کڑا کرکے بولا ——— 'یہاں آؤ' نادر شاہی حکم کے بموجب پرویز بڑی سنجیدگی سے اٹھا مگر اس کی آنکھوں میں بجائے خوف کے اب شرارت جھانک رہی تھی پکارنے والے کے بالکل قریب پہنچ کر اس کا جائزہ لینے لگا نیچا کُرتا، اونٹگا پائجامہ، سر پر ایک لمبا رومال جو تین عدد رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ شانوں پر اسی برسات کی رات کی طرح کالی کالی لٹیں لہرا رہیں تھیں، چہرہ مونچھوں سے بے نیاز تھا البتہ داڑھی ناف تک پہنچنے والی تھی بدن کے رنگ کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔ البتہ آنکھیں چھوٹی چھوٹی مگر خونخوار اور ان کا رنگ کبودی تھا—— 'بیٹھ جاؤ——اور تم بھی آؤ' دفعتاً آنے والے نے پھر حکم دیا اور ایک چٹائی کھسکا کر اس پر پھیل گیا، پرویز اور دوسرا شخص بھی اس کے سامنے مودب ہو کر بیٹھ گئے—— 'تمہارا نام' اس نے اسے پوچھا جو ایک گوشہ میں پہلے سے بیٹھا تھا 'مجھے خالد عمیری کہتے ہیں'۔اس

نے سر جھکا کر کہا۔ ' تمہارا نام کیا ہے۔' ' مجھے پرویز اختر کہتے ہیں۔'

موٹا آدمی کچھ سوچنے لگا پرویز نے ہمت کرکے کہا۔ 'کیا بندہ کو اجازت ہے کہ وہ جناب کا اسم گرامی دریافت کرسکے' اس موٹے نے یوں گھور کے دیکھا جیسے ہم دونوں کو بغیر ذبح کئے ہضم کرلے گا۔ 'میں نے کوئی قصور تو نہیں کیا' پرویز اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ 'ہاں درست کہتے ہو'۔ موٹے آدمی نے کہا اور خاموشی سے ادھر اودھر دیکھنے لگا۔

'ہاں جناب تو نام نہیں بتایا'۔ پرویز پھر بولا۔ خالد جو یقینا خوفزدہ تھا اس نے پرویز کی چٹکی لی اس کا مطلب تھا کہ اس سے کچھ مزید نہ پوچھا جائے— 'ہاں تو سنوں بچو !' موٹا آدمی بھاری آواز میں بولا۔ 'عزازیل کہتے ہیں' — 'ارے باپ رے' خالد کی چیخ سے مسجد جھنجھنا اٹھی— 'میری داستان غم طویل ہے میں بہت دکھی ہوں کبھی میرا ماضی بھی بڑا شاندار تھا مگر اب۔۔۔ ا۔۔۔ب اس کی آواز رندھ گئی۔۔۔۔۔۔ میں مستقبل کے خوف سے پہروں روتا رہتا ہوں'۔ عزازیل خالد کی طرف دھیان دیئے بغیر کہتا رہا۔ پرویز جس کے چہرے پر بجائے خوف و دہشت کے بشاشت دوڑ رہی تھی ۔آنکھیں غضب کی چمک دار ہو گئی تھیں۔بڑی دلچسپی سے عزازیل کا بیان سنتا رہا، اور پھر نڈر ہو کر بولا' بہت اچھے !

توتم شیطان ہو جو اتنی دیر سے ہم سب پر دھوس جما رہے تھے۔

شیطان: تم سے عمر میں زیادہ ہوں، زمانے کے سرد و گرم دیکھے ہیں جو کچھ تم سن بھی نہ سکے ہوگے وہ سب میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے میری عزت کرو لڑکے!

پرویز: عزت! بہت خوب! جب میں شیطان کی عزت کروں گا تو اولیاء رحمٰن کی عزت کون کرے گا اور پھر عزت تو اس کی ہوتی ہے جو عزت دار ہو۔

شیطان: تمہیں کیسے معلوم کہ میں عزت دار نہیں۔ کیا ایک زمانہ میری فرمابرداری کو اپنے لئے موجب فخر و مباہات نہیں سمجھتا؟

پرویز: للہ العزۃ ولرسولہ و للمومنین۔ قرآن کے بیان کے مطابق عزت دار خدا ہے اس کا رسول ہے اور مومنین۔ اس کے علاوہ کوئی عزت دار نہیں یقیناً جو تیرا مطیع ہوگا وہ تیری عزت بھی کرے گا مجھ سے ایسی خواہش لغو اور بیکار ہے۔

شیطان: اگر مجھے عزت دار سمجھ کے میری عزت نہیں کرتے تو یہ سمجھ

کے تو میری عزت کرو کہ میں نے سارے انبیاء کو دیکھا یہاں تک کہ خود تمہارے رسول کی بھی میں نے زیارت کی ہے اور تم ہر ایسے آدمی کی عزت کرتے ہو جس نے تمہارے رسول کو دیکھا ہو۔

پرویز: غلط ہے۔ ہم کسی ایسے شیطان کی عزت نہیں کرتے جس نے نبی کو دیکھا ہو اور ایمان نہ لایا ہو اور اس کی موت ایمان پر نہ واقع ہوئی ہو۔

شیطان: کیا 'رواداری' کا بھی دنیا سے خاتمہ ہو گیا؟

پرویز: ہم کسی ایسی رواداری کے قائل نہیں ہیں جو شیطان یا شیطانچہ کی عزت ہم سے کرائے۔ ہاں رواداری کا خاتمہ تو خود تم نے ہی کیا کاش جناب آدم علیہ السلام کا سجدہ رواداری ہی میں کر لیئے ہوتے۔

شیطان: میں نے سوچا تھا کہ آدم کا سجدہ کر لوں مگر پھر خیال پیدا ہوا کہ اگر راواداری میں آج ایسا کر لیا تو 'منافق' ہو جاؤں گا میں نے کفر پسند کر لیا مگر 'نفاق' نہیں۔

پرویز: میں بھی تیری عزت کرتا لیکن اگر رواداری میں ایسا کر لوں تو وہی

نفاق یہاں بھی پیدا ہو جائے گا۔ لہٰذا میں ایمان پسند کرتا ہوں نفاق نہیں۔

شیطان: کیا تم مجھ سے ڈرتے بھی نہیں؟

پرویز: میں کسی بھی شیطان کی پروا نہیں کرتا۔

شیطان: میں جن ہوں کیا تم جن سے بھی نہیں ڈرتے؟

پرویز: جنگ بئیر الالم سے پہلے ڈرتا تھا لیکن جب علی علیہ السلام جیسا امام مجھے مل گیا جو جنوں کی بھی سر کوبی کر سکتا ہے تو پھر ڈرنے کا کیا سبب جن کو جن مانے ہوئے تھے ان سا عجیب رہبر نہ تھا۔

شیطان: مگر اب تو علیؑ زندہ نہیں ہیں۔

پرویز: مگر مردہ بھی نہیں ہیں شہداء راہ خدا زندہ ہوتے ہیں لہٰذا وہ بھی زندہ ہیں اس کے علاوہ وہ جان علیؑ قائم آل محمدؑ تو موجود ہیں جو ہمارے آخری امام ہیں۔

شیطان: کیا یہ لوگ تمہاری مدد کرتے ہیں؟

پرویز: ضرور مدد کرتے ہیں ورنہ تم اور تمہارا گروہ اب تک ہم لوگوں کو ہضم کر چکا ہوتا۔

شیطان : بہت نڈر معلوم ہوتے ہو ۔

پرویز : میں کہہ چکا کہ تم سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ۔ تم خود خائف و ترساں معلوم ہوتے ہو ۔ تم سے ڈر کر میں اپنی زندگی کو داستان غم بنانا نہیں چاہتا ﴿ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیهم و لا هم یحزنون﴾ کیا تم میرے ایک سوال کا جواب دوگے ؟' پرویز نے مزید بے خوفی کا مظاہرہ کیا۔

شیطان : کون سا سوال ؟

پرویز : جب تم شیطان ہو تو پھر مسجد میں تمہارا کیا کام ؟

شیطان : (قہقہہ لگا کر) میں نے مسجدوں ہی کو ' غلاظت کا اڈہ بنایا ہے ' تمہیں شاید نہیں معلوم ؟ اچھا تو سنو اگر مسجد میری قیام گاہ نہ ہوتی تو مسجد رسول میں گھوڑے نہ باندھے جاتے ، خانہ کعبہ پر منجنیق سے انگاروں کی بارش نہ ہوتی ، کعبہ کی پوشش نہ جلتی مسجد میں اگر میں نہ ہوتا تو داماد رسول مسجد کوفہ میں شہید نہ ہوتے اور نہ حسنؑ کے جنازہ پر تیروں کی بارش ہوتی ۔

پرویز : مسجد کے علاوہ تم کو کوئی دوسری جگہ نہیں مل رہی تھی ؟

شیطان: ضرور دوسری جگہیں بھی تھیں مگر مجھے مسجدوں سے جو نفرت ہے وہ کسی عمارت سے نہیں یہیں وہ سجدہ ہوتا ہے جس کے نہ کرنے سے میں شیطان ہو گیا میری جنگ تو اسی سجدہ ہی سے ہے۔

پرویز: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو نماز نہیں پڑھتے تیرے فوجی ہیں؟

شیطان: تم سمجھدار معلوم ہوتے ہو۔ مگر جوان لڑکے ! وہی لوگ میرے فوجی نہیں ہیں جو تارک الصلاۃ ہیں بلکہ وہ نمازی بھی میری فوج کے عہدیدار ہیں جو نمازیں پڑھتے ہیں مگر میرے لئے۔

پرویز: تیری نماز—کیا مطلب؟

شیطان: ہیئت نماز کی ہوتی ہے مگر وہ نماز وہ نہیں ہے جو تمہارے رسول نے بتائی تھی بلکہ وہ نماز وہ ہے جو میرے نمائندوں نے سکھائی ہے تاکہ مسلمان متوحش نہ ہوں بلکہ ان کو نمازی سمجھ کر ان کے دام تزویر میں آسانی سے گرفتار ہو جائیں اس کو سمجھ لو کہ یہ لوگ خدائی فوج میں میرے جاسوس ہیں جو میرے ہی لئے کام کرتے ہیں اس کی ٹریننگ کے لئے میں نے باقاعدہ اسکولس قائم کئے ہیں۔

پرویز: اس کے باوجود میں تجھ جیسے دشمن خدا کو عزت دار سمجھوں؟

شیطان: نہ سمجھو۔ موقع ملے گا تو پھر میں تم سے سمجھ لوں گا۔ 'تم بولو مجھے عزت دار سمجھتے ہو نا۔' شیطان نے کڑک کر خالد عمیری سے پوچھا جو مبہوت ہو کر ان دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔

خالد: جی! ن۔۔۔۔۔ نن۔۔۔۔۔ ن۔۔۔۔ نہیں میں بھی پرویز صاحب کا ہم خیال ہوں خالد سے شیطان کو اس کی امید نہیں تھی۔

شیطان: نمک حرام! تیرا دماغ کب سے خراب ہوا۔ بیٹھو میری گود میں اکھاڑو میری داڑھی ـــــ دین میں کمی و زیادتی کرنے والے حلال محمد ﷺ حرام اور حرام محمد ﷺ کو حلال کرنے والے ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو قتل کرنے والے تو تیری نظر میں حضرت، جناب، علیہ الرحمہ، رضی اللہ، امام اور بے چارے ہو جائیں اور میں عزت دار نہیں؟۔ کھڑا رہ۔' شیطان خالد کی طرف لپکا۔ 'پرویز صاحب بچھایئے' خالد کی چیخ نکل گئی۔ 'ککڑوں کوں' پرویز دونوں کے درمیان میں آ کر چیخا۔

شیطان: یہ کیا بد تمیزی ہے پرویز! ہٹو اس سے سمجھ لینے دو۔ یہ میری ہی

جماعت کا نوکر میرا ہی دیا کھاتا ہے اور مجھ سے ہی ' تو تو میں میں ' یعنی ' میری ہی بلی مجھ ہی سے میاؤں۔

پرویز: یہ بیچ سلف ہے ' بوڑھے بیٹے ' جو الزام تم خالد پر رکھ رہے ہو اسی کے تو تم بھی ملزم ہو۔ اللہ ہی کے پیدا کئے ہوئے اسی کی دی ہوئی نعمتوں کو زہر مار کرتے رہے اور اسی سے بغاوت سر دربار ' تو تو میں میں ' تمہیں کوئی حق نہیں کہ تم خالد پر غصہ کرو۔

خالد: پرویز صاحب یہ جھوٹا ہے میں تو اس کو پہچانتا بھی نہیں۔

شیطان: ابھی نہیں چپ ہوا۔

پرویز: لا حول و لا قوۃ۔۔۔۔۔۔۔۔ مار ڈالا تم نے ارے پرویز خاموش۔ شیطان چیخ کر سامنے آگیا۔ ' سنو سنو ' پرویز کہنے لگا۔ ' میں نے عمداً لاحول نہیں پڑھا تھا وہ تو عادتاً منہ سے نکل گیا۔ '

شیطان: (نزدیک آکر) کہو۔

پرویز: مجھے اتنا بتادو کہ اب تم کیا کرتے ہو۔

شیطان: آرام۔ اس کے علاوہ اور کوئی کام ہی نہیں رہ گیا۔

پرویز: خلق خدا کو کب گمراہ کرتے ہو۔

شیطان: اب تو میرے "ندوۃ البدعۃ و الضلالۃ" کے کارخانہ نے بڑی ترقی کر لی ہے حد یہ ہو گئی کہ ہر گھر میں میرے نمائندہ پہنچ گئے ہیں۔ البتہ جب کوئی دشوار گذار مرحلہ درپیش ہوتا تب ہی مجھے تکلیف کرنی ہوتی ورنہ نہیں۔

پرویز: ہم تو تمہارے نمائندوں کو کہیں نہیں دیکھتے۔

شیطان: ضرور دیکھتے ہو مگر پہچانتے نہیں اور پہچان نہیں سکتے میں نے مختلف رنگوں میں مختلف قوموں کو گمراہ کرنے کے لئے اپنے نمائندے تیار کیے ہیں فرض کرو مسلمانوں کو گمراہ کرنا ہے ظاہر ہے کہ وہ آسانی سے اپنے ایمان کا سودا نہیں کر سکتے ان کے لئے یہ لباس تیار کیا ہے جس میں اس وقت تم مجھے اور خالد عمیری کو دیکھ رہے ہو۔ بتاؤ تم نے خالد ہی کو کہاں پہچانا۔؟——— شیطان بولتا رہا؟' ضلالت کے لئے میں نے چند سفوف تیار کئے ہیں۔ لو پرویز دیکھو یہ رہا تعصب کا سفوف، یہ بدعت کا سفوف اور یہ ہے حب اقتدار کا سفوف انہیں تینوں نے دنیا کو جہنم بنا رکھا ہے۔

پرویز: کیا تمہیں آگ اور خون کی بارش میں لطف آتا ہے۔

شیطان: پھر کسی دوسری ملاقات میں بتاؤں گا۔ (پھر خالد کی طرف مڑ کر بولا) بھاگو خالد تم اس کے پاس سے بھاگو اس کی باتوں کا سننا بدعت ہے یہ تمہیں گمراہ کر دے گا۔

انٹرویو نمبر۲

پرویز کو دلی سے لکھنؤ جانا تھا کالکا میل کے کسی درجہ میں قدم رکھنا تقریبا محال تھا۔ پرویز اول سے آخر تک مسلسل دوڑ لگا رہا تھا۔ کبھی کبھی جھلاہٹ میں قلی پر برس پڑتا۔ 'یہ سرکار میں کیا کروں' قلی بے بسی سے جواب دیتا-----

ہیلو! مسٹر پرویز۔ سکنڈ کلاس کی ایک کھڑکی سے سر نکالے ہوئے ایک ادھیڑ عمر کا آدمی آواز دے رہا تھا' ڈوبتے کو تنکے کا سہارا' پرویز سن چکا تھا پلٹا اور ایک ہی جست میں وہ دروازے کے اندر تھا۔ سامان تو سلیقہ سے ایک طرف رکھ کر مطمئن ہو گیا اسے کسی نے آواز دی تھی اس کو یاد ہی نہیں رہ گیا تھا۔ 'السلام علیکم' انہیں بزرگ نے اسے مخاطب کرکے کہا۔ 'وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ' پرویز نے جھک کر بڑی خندہ پیشانی سے جواب دیا۔

انجان آدمی بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے شکوہ سنج ہوا۔ 'مسٹر پرویز! مجھے افسوس ہے کہ تم نے مجھے بھلا دیا اور پہچان نہ سکے۔

پرویز کو اس وقت بڑی ندامت اٹھانی پڑی وہ دماغ پر زور دیتا رہا کہ میں نے کہاں دیکھا اور یہ بزرگ کون ہیں انگریز تو ہرگز نہیں ہیں انگریزی ایٹیشن البتہ ہے۔ شارک اسٹن کا ڈھیلا سفید سا پتلون اور سفید ہی قمیص پتلون کے نیچے دبی ہوئی۔ چہرہ داڑھی مونچھوں سے قطعی بے نیاز سر بھی بالکل آئینہ کی طرح چکنا ہو چکا تھا اتنے میں اس نے ایک آدمی سے جو اسی کے پاس کھاڑا تھا بے مروتی سے کہا۔ 'مسٹر میرے سر پر آجائیں' اور کھڑے ہوئے آدمی نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا تھا کہ۔ 'شکریہ ! مگر ڈر ہے کہ کہیں پھسل کے گر نا جاؤں ؟' دوسری طرف سے کسی خوش مزاق نے آوازہ کسا۔ 'اس پر انڈوں کی کاشت اچھی ہوگی ؟' اور وہ جنٹل مین قہر آلود نظروں سے آواز دینے والے کو تلاش کرنے لگا۔ مگر اس کی توجہ اس جملہ نے اپنی طرف موڑ لی کہ معاف کیجئے گا' میں بالکل نہیں پہچان سکا'۔ پرویز لجاجت سے بول رہا تھا۔ 'کسی طوفانی رات میں ایک مسجد میں میری آپ سے ملاقات ہوئی تھی'۔ انجان آدمی نے کہا۔ پرویز کچھ دیر سوچ کر۔' ارے تم شیطان ! میرے خدا۔' پرویز زیرے لب بدبدایا۔

شیطان: تمہیں حیرت و استعجاب کیوں ہے؟ کیا میں نے تم کو اس طوفانی

رات میں بتایا نہیں تھا کہ جس قوم کو بہکانہ کی ضرورت ہوتی ہے ہم وہی شکل وصورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اس وقت ایک جلسۂ عام کو خطاب کرکے واپس ہو رہا ہوں ظاہر ہے کہ یہاں ’ نجدی ملا‘ بننے سے کام نہیں چل سکتا تھا لہٰذا تم مجھے اسی شکل وصورت میں دیکھ رہے ہو۔

پرویز: اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ اب ہم کو خود اپنے گھر کے افراد پر بھی اعتبار نہیں کرنا چاہیے اس لئے کہ تم موقع محل سے میری بیوی بھی بن سکتے ہو اس لئے کہ دھوکہ تو پھر دھوکہ فریب تو پھر فریب۔

شیطان: (بغیر کسی خاص تاثر کے بولا) ہاں ہاں۔ اگرچہ مجھے معلوم ہے کہ تم نے یہ بات مجھے چڑھانے کے لئے کہی ہے مگر یہ ممکن ہی نہیں بلکہ ایسا ہوا بھی ہے اور جب تک زندہ رہوں گا، ہوتا رہے گا میرے جواب کی تائید خود تمہارا قرآن کرے گا کہ نبی کی بیویاں میرے چکر میں آگئیں تو تم بے چارے کس کھیت کی مولی ہو۔

پرویز: (تعجب ہے!) کیا کہا نبی کی بیویاں اور تمہارے چکر میں؟ کہیں تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا ہے؟

شیطان: مسٹر پرویز ! میرا دماغ صرف ایک دفعہ خراب ہوا تھا کہ میں نے آدم کو سجدہ نہیں کیا اس کے بعد سے مجھے درد سر بھی نہیں ہوا۔ اور آج آدم کے بیٹوں کو میں اپنے چشم و ابرو کے اشاروں پر نچا رہا ہوں ۔ نہیں بلکہ حوّا کی بیٹیاں بھی بے چوں وچرا میرا فرمان مانتی ہیں ۔ کیا نوحؑ اللہ کے نبی نہ تھے ؟ کیا لوطؑ اللہ کے نبی نہ تھے ؟ ان کی بیویاں کیسی تھیں ذرا قرآن سے پوچھو ان کو کس نے گمراہ کیا تھا۔ ام المومنین زندگی بھر جنگ جمل کہ غلطی پر نادم و پشیمان تھیں جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے یہ کس کے ہاتھ کی صفائی تھی ؟ ۔ شیطان بے تکان بولتا رہا۔ 'مسٹر پرویز ! کہو تو کالکا میل ابھی روک دوں اور تم ایک ایک کو شمار کرو یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ پوری ٹرین میں دو ہی ایک آدمی اللہ والے ملیں گے اور بس ' ـــــ شیطان نے ایک بے ہنگم قہقہہ لگایا اور پھر تن کر کہنے لگا۔ 'پرویز تمہارا خدا فاتح ہے یا میں بولو ! بولتے کیوں نہیں ۔؟'

پرویز: میرا خدا فاتح ہے ۔ شیطان صاحب ! کان کھول کر سنو، تمہارا جو نظریہ فتح و شکست کا ہے۔ وہ درست نہیں تم جس کو فاتح سمجھتے ہو میری نظر میں وہ شکست خردہ ہے۔ وہی حقیقتاً فاتح ہے میں بہت سی دلیلوں کو پیش کر کے اپنا وقت برباد کرنا نہیں چاہتا۔ مجھے وہ تقریر تمہاری اب بھی یاد ہے جو اس

طوفانی رات میں تم نے مسجد میں کی تھی اس میں ایک جگہ تم نے کہا تھا 'میں مستقبل کے خوف سے پہروں روتا ہوں۔

میاں شیطان صاحب ! دنیا کا کوئی فاتح روتا نہیں مستقبل سے خوف زدہ نہیں ہوتا اس دن کا تمہارا گریہ دیکھ کر میرے تصور میں یزید آگیا تھا شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد میں نے سنا ہے کہ وہ بھی رویا تھا—کاش تمہاری جماعت کے لوگ میری باتوں کے بھی سننے کے عادی ہو جاتے تو مجھے یقین ہے کہ میں اپنی تبلیغ سے ان کو صراط مستقیم پر گامزن کر دیتا۔ شیطان صاحب !اس وقت تم نے جن دلیلوں سے خدا کو شکست خردہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے تمہارے 'چیلے' انہیں دلیلوں سے ثابت کرتے ہیں کہ علیؑ کی سیاست ناکامیاب رہی۔ ٹھیک ہے اگر خدا ناکامیاب ہے تو علیؑ کی ناکامیابی اب تکلیف دہ نہیں رہی —مجھے سخت تعجب ہے کہ تم بڑے غور سے میری تقریر سن رہے ہو۔

شیطان: میں یہ محسوس کررہا ہوں کہ تمہاری تقریر میں کافی وزن ہے اور بہت ہی باسلیقہ آدمی معلوم ہوتے ہو۔کاش میری جماعت میں آجاتے تو میں تم کو چند مہینوں کی ٹریننگ کے بعد جماعت کا امیر نہیں تو نائب ضرور بنادیتا۔

پرویز: مجھے افسوس ہے کہ میں ابن الوقت نہیں ہوں ورنہ ضرور تمہاری فرمائش پوری کرتا۔ تمہیں تو یاد ہوگا کہ ہم جیسے پختہ عقیدہ کے مسلمان شیطانی 'گھسے' میں آہی نہیں سکتے پھر کیوں ایسوں کو آزما کر اپنی انرجی برباد کرتے ہو۔

شیطان: جن مدرسوں میں تم لوگوں کو تعلیم وتربیت کے زیور سے آراستہ کیا جاتا ہے میں بھی ویسا ہی اسکول کھولنا چاہتا تھا مگر کروڑوں روپئے کی بربادی کے بعد بھی اپنی کوشش میں ناکام رہا۔ تم بتا سکتے ہو کیوں ؟

پرویز: شاید روحانیت کا تصور تمہارے ذہن سے نکل چکا ہے جن مدرسوں میں ہم نے تعلیم پائی ہے وہاں روحانیت کارفرما رہتی ہے جس تک تمہاری رسائی ناممکن بلکہ محال ہے —— کیا تم یہ بتانے کی زحمت کروگے کہ تم نے اس طوفانی رات میں خالد عمیری کو کیوں بھگایا تھا کہ وہ میرے پاس نہ بیٹھے اور میری باتوں کو نہ سنے۔

شیطان: اسی روز پر کیا منحصر ! میں تو اکثر اپنی جماعت کے لوگوں کو نصیحت کرتا رہتا ہوں کہ وہ لوگ تمہاری باتیں نہ سننے پائیں ورنہ بہک جائیں گے۔ تم خود سونچو کہ جب میں تمہارے سوالوں کے جوابات میں غور و فکر

کرنے لگ جاتا ہوں تو پھر ان بیچاروں کی کایا پلٹنے میں کتنی دیر لگے گی اس کام کے سلسلہ میں میں نے جھوٹے اور بے بنیاد پروپیگنڈے بھی کیے ہیں کہ یہ لوگ کھانے میں تھوک کر کھلاتے ہیں۔

پرویز : تم نے ایسا کیوں کیا؟

شیطان : میں ان کو لاکھ منع کرتا ہوں کہ تمہاری صحبتوں سے دور رہیں مگر یہ ضرور جاتے ہیں اصل میں میری جماعت میں ذلیل ہی لوگ آئے ہیں جو نچلے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ لالچی ہوتے ہیں اگرچہ میں روپئے پیسے سے ان کی بہت مدد کرتا رہتا ہوں لیکن تم لوگوں کے یہاں کھانے پینے کا لطف ہی اور ہے۔ یہ ضرور جاتے لہٰذا میں نے ان کو گھن دلائی کہ وہ لوگ تھوک کر کھانا اور پانی دیتے ہیں۔

پرویز: کیا تم اپنی کوشش میں کامیاب ہوئے۔

شیطان: رونا تو اسی کا ہے کہ یہ سب کرنے کے باوجود ان کمبختوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ مسٹر پرویز! شاید تم کو نہیں معلوم ایک زمانہ میں میرے ایک معتمد نمائندہ نے روپئے دیدے کر ایک مہم کے سر کرنے کے لئے جیل

میں ان سبھوں کو بھیجا وہاں کھانے پینے کو ملتا اور دو روپۓ روزانہ اس کے علاوہ میری طرف سے ملتے، مگر بے حیا معافی مانگ مانگ کے گھر بھاگ آۓ اور اس جنگ میں سخت شکست اٹھانی پڑی۔

پرویز: اسی پر تم کو ناز تھا کہ ۔'میں جیتا یا تمہارا خدا' ۔ شیطان صاحب ! اب تم خود ہی بتاؤ کہ جب تمہارے لوگ جیل سے معافی مانگ مانگ بھاگ آۓ تھے جبکہ ان دو روپۓ جو روز ملتے تھے کیا ہم بھی جیلوں سے بھاگے؟ ہم نے اپنے گھروں کی پونجی راہ خدا میں خرچ کرکے۔۔۔ ٹیشن کا ریکارڈ نہیں قائم کر دیا اب تمہیں بتاؤ تم جیتے یا میرا خدا؟

شیطان کا چہرہ بالکل سپاٹ ہو گیا وہ کھڑکی سے باہر کسی چیز کو گھور گھور کے دیکھنے لگا۔

'کیا اچھے خاصے انسانوں کی تباہی پر کبھی تمہیں رحم نہیں آتا۔' سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوۓ پرویز نے اس کی سوئی ہوئی غیرت کو جگانا چاہا۔

شیطان زہر خندہ زیرے لب کچھ بڑ بڑایا اور پھر کرخت آواز میں آہستہ آہستہ بولنے لگا رحم۔۔۔۔۔۔رحم۔۔۔۔۔ میں اور رحم نہ ممکن مسٹر پرویز ! مجھے

آدم کا بدلہ ابن آدم سے لینا ہے۔ ہاں وہی آدم جس کی بدولت میری ساری ریاضتوں پر گناہ کا پانی پھر گیا۔۔۔۔۔۔ میں تو چاہتا ہوں کہ دنیا کا ہر آدمی ڈاکٹر وارڈ اور دنیا کی ہر عورت کرسٹین کیلر ہو جائے اور میں اس آگ اور خون کی ہولی کو دیکھ کر قہقہہ لگاؤں۔۔۔۔۔۔ آدم۔۔۔۔۔۔۔ آدم۔۔۔۔ پرویز اس نے مجھے کہیں کا نہیں رکھا میں ابن آدم سے بدلہ لوں گا بدلہ۔

پرویز : جھوٹے ہو تم اس میں آدم علیہ السلام کا کوئی قصور نہیں تم نے خود حکم الٰہی سے سرتابی کی اور شیطان بنے۔۔ کیا تمہارا قلب اس قدر سیاہ ہو گیا ہے کہ کبھی توبہ کرنے کا خیال بھی پیدا نہیں ہوا۔ میرے خیال سے تمہاری آزادی کا زمانہ ختم ہونے کو آگیا کیا عذاب الیم کا خوف تمہیں نہیں ؟' ۔۔۔۔ پرویز نے کوشش کی کہ اس کے اندر کا سویا ہوا عابد بیدار ہو جائے کسی قدر اس کا تیر نشانہ پر بیٹھا پر اس کی تقریر سن کر شیطان نے جھرجھری لی۔ اس کے بدن پر کسی انجانے خوف نے کپکپی پیدا کر دی اس نے آنکھیں بند کر لیں۔۔۔۔۔۔ پھر دفعتہً اس کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور وہ کسی بھوکے خونخوار بھیڑیئے کی طرح اچھل کر پرویز کے قریب آگیا۔ پرویز اس کے لئے قطعی تیار نہیں تھا سکتہ میں آگیا اور شیطان اس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتا ہوا بولا۔

شیطان : مسٹر پرویز۔ ایسا نہیں ہے کہ مجھے جہنم کا خوف نہ ہو گناہ کرنے والا یقیناً کبھی دائمی مسرت نہیں حاصل کر سکتا یہی وجہ ہے کہ سب کچھ مل جانے کے بعد بھی اکثر مجھ پر غم والم کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ کبھی کبھی میرا دل کڑھتا بھی ہے اس لئے میں نے ایک مرتبہ سوچا کہ اب توبہ کر لوں ' شیطان اپنی مٹھیاں بھینچ کر دانت پیسنے لگا۔ 'تو پھر توبہ کیوں نہ کی ؟—— کیا مجھ پر غصہ کرتے ہو۔' پرویز نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

شیطان : میں تم پر غصہ نہیں کرتا۔ غصہ اس کمینے اور ذلیل کے اوپر آرہا ہے جس نے مجھ سے میرا ابدی سکون چھین لیا۔ یقین کرو پرویز ! نسل آدم میں اس سے بڑا آج تک مکار پیدا ہی نہیں ہو سکا تم مانو یا نہ مانو مگر یہ حقیقت ہے کہ وہ مجھ سے بھی بڑا شیطان تھا۔—— 'کیا دنیا میں تمہارے علاوہ بھی کوئی شیطان ہے۔' پرویز حیرت و استعجاب کا مظاہرہ کرنے لگا۔—پرویز ! خاموشی سے سنو '—— شیطان غصہ سے کانپ رہا تھا—— 'ہاں دنیا میں مجھ سے بڑا اگر شیطان ہوا ہے تو وہی جس نے مجھے بھی گمراہ کیا اس کی شیطنت نے مجھے بھی لوٹ لیا۔

پرویز: شیطان بغیر سانس لئے بولتا رہا 'میں توبہ کے خیال سے مدینہ پہنچا اور تمہارے رسول مسجد میں دیکھ کر انسانی روپ میں ان کے سامنے پہنچا 'سرکار مدینہ! کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟' میں نے تمہارے رسول سے کہا تھا۔ ہاں تمہاری توبہ قبول ہو سکتی ہے بشرطیکہ تو قبرے آدم پر سجدہ کرے۔' یہ خوشخبری سن کر میں باغ باغ ہو گیا۔ سجدہ کا وعدہ کرکے ان کی خدمت سے اٹھا مگر مم ۔۔۔۔۔ م ۔۔۔۔۔ مگر۔' شیطان کی آواز گلوگیر ہو گئ اور آنکھوں سے سرخ سرخ آنسو ڈھلک کر اس کے رخساروں پر لکیر بنانے لگے۔

'اررے کے کیوں۔ یہ کیا ہوا۔' پرویز گھبرا کر شیطان کو چپ کرانے لگا شیطان نے فوراً جیب سے ریشمی رومال نکال کر آنسو خشک کئے۔ 'کچھ نہیں پرویز۔' شیطان کی تقریر پھر چالو ہو گئ۔ 'میں اپنی بد قسمتی پر رو پڑا۔ ہاں تو جب میں مسجد کے دروازے پر پہنچا تو مجھے ایک بد شکل و مہیب آدمی نظر آیا یہی وہ کمینہ شیطان تھا جو میرا ابھی گرو گھنٹال نکلا اس نے مجھے دیکھ کر پوچھا 'کہاں آئے اور کہاں چلے؟' میں نے اس سے کہا' بھائی! توبہ کے لئے آیا تھا مگر شرط یہ ہے کہ آدم کی قبر پر سجدہ کرلوں تب توبہ قبول ہو گی۔' عزازیل! جب تم نے آدم کی زندگی میں سجدہ نہ کیا تو ان کے مرنے کے بعد اب سجدہ کروگے! آخر تمہاری

غیرت و حمیت کو کیا ہو گیا۔' یہ اس آدمی نے کہا۔ مجھے بھی تاؤ آگیا اور میں نے سجدہ نہیں کیا اور اب میں قیامت تک شیطان رہوں گا۔ نہ جانے کس منحوس عورت نے اس موذی کو جنم دیا تھا جو شیطان کے لئے بھی شیطان ہو گیا۔

پرویز : تم نے بتایا نہیں کہ تمہارے علاوہ یہ دوسرا شیطان جو تمہارا بھی چچا جان ثابت ہوا کون تھا؟

شیطان : مجھے یقین ہے کہ تم اس کو جانتے ہو۔ تمہاری تفسیریں جو چاہیں کہتی رہیں مگر خود میرا خیال ہے کہ سورہ والناس میں جو دو طرح کے ' خناس ' کا ذکر ہے تو 'من الجنتہ ' سے مراد میں ہوں لیکن 'والناس' سے وہی موذی مراد ہے۔ ترتیب ذکری میں اگرچہ میں اول ہوں اور وہ دوم مگر گمراہی میں وہی اول ہے میں پہلا نمبر ہوں وہ دوسرا نقاش نقش ثانی۔۔۔۔ شیطان بیقرار ہو کے اٹھا۔ 'بیٹھو بیٹھو چلتی ٹرین سے کہاں چلے'۔ پرویز نے چمکارا۔ ' پھر کبھی ملوں گا۔'

یہ کہہ کر شیطان نے چھلانگ لگائی 'چھپاک' شیطان کے دریا میں گرنے کی آواز آئی اور ریل دندناتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

انٹرویو نمبر ۳

حکیم الامت مولانا ابو الخیر عباسی مدنی اسلام آباد میں آنے والے تھے۔ شہر کی ہر چھوٹی بڑی عمارت پر بھانت بھانت کے پوسٹر دو ماہ پہلے ہی سے چسپاں کر دیئے گئے تھے۔ پندرہ دن ان کی آمد کو اور باقی رہ گئے تھے لیکن یہ پندرہ یوم شہر کے عوام کی نظروں میں پندرہ سال اور اراکین ' تحفظ ناموس رسول کمیٹی ' کے نزدیک پندرہ گھنٹے ہی رہ گئے تھے۔ اگر عوام مولانا کی جادو بیانی اور زیارت کے شوق میں بیقرار تھے تو کارکنان کمیٹی انتظامات کبیرہ و صغیرہ، میں پارہ صفت نظر آتے تھے ـــــ رضاکار دستہ کے لوگوں کا عالم یہ تھا کہ :۔ ع

گز بن گئے تھے راہ خدا میں زمین کے

۱۲ ستمبر کی شام کو ' شہیدان اسلام روڈ ' پر آدمیوں کا سمندر تھا جو ٹھاٹھیں مار رہا تھا ـــــ ساڑھے سات بجے شب میں پرویز۔ 'سیٹھ جگومل ہال ' کے طویل و عریض میدان میں داخل ہوا۔ پوری عمارت بجلی کی روشنی میں نہا رہی تھی پرویز ہزار و ہزار مشکلوں سے مجمع کو چیرتا ہوا اسٹیج تک پہنچ کر ایک گوشہ

میں بیٹھ گیا۔ ۵ منٹ بعد اناؤنسر کی آواز :۔

’حضرات ! آپ کے سامنے حکیم الامت حضرت مولانا ابوالخیر مدنی صاحب تشریف لارہے ہیں‘۔ روشنی کا سینہ چیرتی ہوئی دور تک چلی گئی۔ آنکھ جھپکتے ہی ایک بزرگ مائک کے سامنے ہولے ہولے جھومتے نظر آئے دفعتاً پورا ہال نعرہ تکبیر سے گونج اٹھا۔ ’دوستو !‘۔ مولانا کی رعب دار آواز فضا میں لہرائی اور مجمع ہمہ تن گوش ہو گیا۔ ’میں شہیدان وفا کی دردناک موت پر دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہوں اور ان کے پسماندگان کو تعزیت ادا کرتا ہوا ان کو یقین دلاتا ہوں کہ میری جملہ ہمدردیاں ان کے ساتھ ہیں اس حادثہ فاجعہ پر جتنا بھی غم منایا جائے کم ہے اس غم نے میرا سکون چھین لیا راتوں کی نیند غائب ہو گئی۔ ہم کبھی نہ اس غم کو بھولیں گے اور نہ ان ظالموں کو معاف کریں گے جن کے بیدرد ہاتھوں نے آگ اور خون کی ہولی کھیلی ہے۔‘ تقریباً دو گھنٹے مولانا مدنی نے تقریر کی اور پھر نعرہ تکبیر کی صداؤں میں جلسہ برخواست ہو گیا۔

پرویز جہاں تھا وہیں بیٹھا رہا غالباً اس کو انتظار تھا کہ مجمع نکل لے تو وہ بھی جائے۔ ’جناب آپ کو سرکار یاد فرمارہے ہیں۔‘ ایک شخص نے پرویز سے کہا۔

'کون سرکار؟' پرویز نے تعجب سے پوچھا۔ 'مولانا ابوالخیر مدنی' اس شخص نے کہا اور بغیر کسی جواب کے واپس جانے لگا۔ پرویز بھی غیر شعوری طور پر اس کے عقب میں ہو لیا لیکن وہ سوچتا جارہا تھا کہ مجھ سے اور مولانا سے نہ تو دید نہ شنید پھر کیوں بلایا 'کیا بات ہے؟' ابھی وہ کسی نتیجہ پر نہیں پہنچا تھا کہ یکایک وہ شخص رک کر ایک کمرے کی چق اٹھا کر اندر داخل ہو گیا پرویز نے بھی اسی کی پیروی کی۔

دوسرا کمرہ جو بالکل داہنے ہاتھ پر تھا وہ شخص اس میں داخل ہو جاتا ہے۔ 'کیا ہوا'۔ ایک آواز آئی 'جی حضور بلا لایا'۔ اس شخص نے قدرے جھک کر جواب دیا۔ اور پرویز کمرے میں داخل ہو کر بولا 'سلام علیکم' —— 'علیکم السلام' کئی آوازیں ایک ساتھ آئیں۔ 'آؤ چلے آؤ! یہاں بیٹھ جاؤ۔' اس انداز گفتگو پر پرویز جل گیا۔ یہ بھی گفتگو کا کوئی طریقہ ہے۔ کیا یہ لوگ دنیا کے ہر آدمی کو اپنا مرید ہی سمجھتے ہیں مگر کیا کرتا مجبور تھا۔ 'جی ہاں حاضر ہوں'۔ کہہ کر بیٹھ گیا۔

'کیسی رہی تقریر'۔ مولانا مدنی صاحب نے دریافت کیا۔ 'جناب میں کیا اور میری رائے کیا یہ حضرات علماء فروکش ہیں یہ بتائیں گے کہ کیسی رہی

تقریر۔' پرویز نے جواب دیا۔ مگر اس کا چہرہ حکایت کر رہا تھا کہ اس کو تقریر پسند نہیں آئی ۔ 'ان لوگوں سے تو پوچھ چکا اب تم بتاؤ۔' مولانا مدنی صاحب تحکمانہ لہجہ میں بولے پرویز ایسی گفتگو کا کب عادی تھا چنانچہ لو قبت پر نظر کئے بغیر برس پڑا۔ 'جب آپ اسرار ہی فرمارہے ہیں تو مجھے کہنے میں بھی کوئی باک نہیں۔ جناب سچ پوچھیے تو آپ کی تقریر مجھے پسند نہیں آئی لوگ کہتے ہیں۔' جوان بڑا خوان پوش بڑا کھول کے دیکھو آدھا بڑا' شاید یہ مثل آج بالکل منطبق ہو گئی۔ ہم تو یہ سمجھ کے آئے تھے کہ آپ حکیم امت ہیں تیرہ سال مدینہ طیبہ کی مقدس سرزمین پر رہ چکے ہیں لہٰذا مسلمانوں کے دکھ درد کا کوئی نسخہ کیمیا اثر لے کے آئے ہوں گے ان کی فلاح و بہبود کی کوئی راہ پیدا کریں گے ۔ مگر افسوس کہ آپ بھی نالہ و شیون کرکے رہ گئے۔ مرنے والے مسلمانوں پر رنج و غم تو سب ہی کو تھا آپ نے ہی اظہار رنج و غم کیا تو کیا کمال کیا؟—پرویز چپ وراست سے بے خبر ہو کر کہتا رہا— 'بلکہ آپ کی تقریر نے تو غیروں کو لب کشائی کا موقع دیدیا۔ مولانا مدنی — بھلا میری تقریر سے غیروں کو لب کشائی کا موقع کیونکر ملے گا میں نے کون سی غلط بات کہی ہے؟۔

پرویز: غلط اور صحیح تو جانیں آپ! میں تو عوام کی زبان بن کر انہیں کے

خیالات کی ترجمانی کر رہا ہوں —— سنیے آپ نے مقتول مسلمانوں کو شہید کہا کس دلیل سے؟ 'میں تو کیا شاید ان علماء کرام کو بھی اس دلیل کا علم نہ ہو —— غیروں کا اعتراض ہے کہ ان کے یہاں جن لوگوں کو شہید نہ راہ خدا سمجھا جاتا ہے وہ لوگ بھی اسی طرح کے مقتول ہوں گے اور حکیم الامت جیسے بزرگوں نے انہیں شہید کا لقب دیدیا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے یہاں کوئی شہید نہیں —— آپ نے یہ بھی فرمایا کہ۔'اس پر جتنا غم منایا جائے وہ کم ہے۔' لوگ کہتے ہیں کہ جب ان کا غم منانا درست ہے اور حکیم الامت کا یہ فتویٰ ہے بلکہ ان کا عمل ہے تو اگر کچھ لوگ فرزند رسول کا غم مناتے ہیں تو کیا برا کرتے ہیں۔ ان کو بدعتی کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کے علاوہ آپ نے قاتلوں کو ظالم کہا ہے ان کے خلاف غم و غصہ کا اظہار فرمایا ہے حالانکہ قاتلوں کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔

مولانا مدنی: کیوں؟'

پرویز: جناب! میں خود بیان کرتا ہوں سنیئے وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ 'ہر خیر و شر موجود می آید ہمہ بارادہ الہیٰ است' جب ہر فعل کے

فاعل خود اللہ تعالیٰ ہیں تو ان بیچاروں کا کیا قصور ؟انہیں کوسنا تو غلط ہے۔'

عبد الحفیظ:—(جو مولانا مدنی کے پہلو میں براجمان تھے) صاحبزادہ مجھے ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی نظر علم کلام پر نہیں ہے یہ درست ہے کہ ہر فعل کی خالق خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے مگر بندہ چونکہ 'کاسب' ہے لہٰذا مدح یا قدح کا سزاوار وہی ہے نہ کہ دوسرا۔

پرویز: (جو مجسمہ حماقت نظر آرہا تھا) ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا ہوا مولانا عبد الحفیظ صاحب سے مخاطب ہوا پیرو مرشد ! آپ حضرات دریائے علم کے شناور ہیں صحیح باتوں سے تو آپ ہی حضرات واقف ہیں مگر میں مسئلہ کسب نہیں کر پایا۔ کیا سمجھانے کی زحمت گوارا فرمائیں گے ؟'

عبد الحفیظ: بھائی ! اصل میں جب بندہ کوئی کام کرتا ہے چونکہ فعل اسی کے ذریعہ وجود میں آتا ہے لہٰذا اس فعل کا ذمہ دار وہی ہوگا۔ ہاں جب بندہ کوئی کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو ایک ایسا محرک دفعتہً پیدا ہو جاتا ہے جس کے سہارے وہ کام ہو جاتا ہے یہ محرک منجانب اللہ پیدا ہوتا ہے اور بننے کا سبب بن جاتا ہے۔

پرویز: اچھا تو میں سمجھا کہ ایک فعل اللہ اور بندہ دونوں کی مشترک

کوششوں سے وجود میں آتا ہے۔

عبدالحفیظ : (فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ) جزاک اللہ۔ سمجھ تو گئے۔

پرویز : اس کا مطلب یہ ہوا کہ جزاو سزا میں بھی اللہ تعالیٰ بندہ کے شریک حال رہیں گے یعنی اگر جہنم میں جانے کا فیصلہ ہوا تو بندہ کے ساتھ ۔۔۔۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی فعل میں برابر کی شرکت تھی۔ اگر بندہ کاسب فعل ہونے کی وجہ سے گنہگار تو خود پیدا کرنے والا کیوں گناہگار نہیں؟

عبدالحفیظ : استغفراللہ۔ توبہ کرو میاں ! اللہ تعالیٰ گناہگار نہیں ہوتے اور نہ وہ جہنم میں جا سکتے ہیں۔

پرویز: مولانا صاحب ! 'میٹھا میٹھا غپ ، کڑوا کڑوا تھو' میری عقل اس کو نہیں تسلیم کرتی کہ کام تو کریں دونوں مل کر اور سزا ملے صرف کمزور و ناتواں بندہ کو۔ کیا بندوں کی کمزوری سے غلط فائدہ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا ایسا کرنا ایمان داری کے خلاف نہیں ہے؟

عبدالحفیظ: (گھبرا کر حکیم الامت مولانا مدنی سے خطاب کرتے ہیں) سرکار اب ان کو آپ ہی سمجھائیں۔

مولانا مدنی: تو تم سے کس نے کہا تھا کہ 'بات میں لات مارو' — خیر اب تم لوگ جا سکتے ہو میں ان کو اچھی طرح مطمئن کر دوں گا۔'

تمام حضرات جب رخصت ہو گئے تو مولانا مدنی نے پرویز کی طرف مسکرا کے دیکھا۔ 'کیا آپ کی مسکراہٹ کی وجہ دریافت کر سکتا ہوں'۔ پرویز نے سوال کیا۔ 'نہیں تم ابھی خود اس کی وجہ سمجھ لوگے۔' یہ کہہ کر مولانا مدنی پہلو کے ایک دوسرے کمرے میں گئے اور تقریباً پانچ منٹ بعد کمرے سے پرویز کو اس طوفانی رات والا شیطان نکلتا ہوا نظر آیا۔ 'تم کہاں'۔ پرویز تقریباً چیخ پڑا۔ 'دھیرے پرویز دھیرے! میں شیطان نہیں حکیم الامت مولانا ابوالخیر مدنی ہوں۔ 'جناب شمع پر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک۔' پرویز مجسمہ حیرت بنا اس کو گھورتا رہا۔

شیطان: مسٹر پرویز! یہی میرا کاروبار ہے۔ تم نے میرے جاسوسوں کو دیکھا جو خدائی فوج میں داخل ہو کر میرے لئے کام کرتے ہیں۔'

پرویز: تو یہاں جتنے لوگ بیٹھے تھے وہ سب تمہارے جاسوس تھے۔

شیطان: ہاں! مگر مجھے حکیم الامت مولانا مدنی سمجھ کے میری عزت کرتے

ہیں۔اگروہ سمجھ لیں کہ ان کا 'باس' شیطان ہے توسب بھاگ کھڑے ہوں۔

پرویز: تومیں چیخ کرلوگوں کو بلاتاہوں تاکہ تمہاری شیطنت ختم ہوجائے۔

شیطان: (قہقہہ لگا کر) مسٹر پرویز! میں تو پھر حکیم الامت مولانا ابوالخیر مدنی بن جاؤنگا مگر میرے ماننے والے یہ دیکھیں گے کہ تم مولانا مدنی کو شیطان کہہ رہے ہو تو کیا یہاں سے زندہ جاسکتے ہو ؟

پرویز: حالات کی تحقیق کئے بغیر کیا یہ لوگ قتل کر دیں گے ؟ نہیں ایسا نہیں کر سکتے۔

شیطان: حالات کی تحقیق ؟ ان بے چاروں کو تحقیق سے کیا سروکار اگر دل و دماغ میں تجلی ہوتی تو اسلام کی تاریخ بے گناہوں کے خون سے رنگین کیوں ہوتی —— بہت دنوں کی بات ہے کہ میں نے ان لوگوں کے دل و دماغ کو خرید لیااب تو یہ ایسے مجبور ہو گئے ہیں کہ 'اونٹ اور اونٹنی کا فرق نہیں معلوم کر سکتے' یقین کرو انہیں دنوں تک کی تمیز نہیں رہی چنانچہ یہ لوگ نماز جمعہ بدھ کو بھی پڑھ لیتے ہیں —— ان لوگوں کو میں نے کس طرح شیشے میں اتار رکھا ہے اس کا اندازہ تم اس سے کر سکتے ہو کہ میرا ایک نمائندہ جو میری اس

بھولی بھالی قوم کا 'امام' سمجھا جاتا تھا اکثر مقامات پر یہ لکچر دیتا ہوا سنا گیا کہ 'حضرات ! بدعتیوں کے فریب میں نہ آیئے گا وہ لوگ تاریخ، حدیث اور تفسیر وغیرہ کا لاکھ حوالہ دیں مگر اس کو ہمیشہ غلط سمجھئے گا یہی نہیں بلکہ اگر خدا نخواستہ آپ اپنی نظروں سے دیکھ لیں کہ ہمارے رہبران دین حضور پر نور کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں تو اس کو بھی غلط سمجھئے اور خیال کیجئے کہ 'یہ سب اپنی ہی نظر کے دھوکے ہیں' ــــــ ایسی قوم کو تمہیں قتل کرنے میں کتنی دیر لگے گی جس نے تمہارے معصوم اماموں کے قتل میں سستی نہ کی ہو۔

پرویز: یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں اس وقت شیطان اعظم سے گفتگو کر رہا ہوں جس سے انصاف کی توقع محال ہے یہ پوچھنے کی جرائت کر رہا ہوں کہ ایسی عقل کی یتیم قوم جس کے دین و ایمان بلکہ دل و دماغ پر حضرت عزازیل عرف ابلیس میاں کا قبضہ ہو چکا ہو محنت شاقہ سے راہ راست پر لانا کیا ہم لوگوں کا کمال نہیں ہے؟

شیطان: مجھے تم لوگوں کی بے پناہ تبلیغی خدمات کا نہ صرف اعتراف ہے بلکہ رشک بھی ہوتا ہے۔ اس بے سروسامانی قلّت و غربت میں اپنے مذہبی

روایات کو باقی رکھنا کچھ تمہیں لوگوں کا دل و جگر ہے۔

پرویز صاحب! تم لوگوں کو غربت نے پریشان کر دیا ورنہ آج چار دانگ عالم میں تم ہی تم ہوتے —— میری خوش نصیبی یا تم لوگوں کی بد نصیبی کہ زمینداری کا خاتمہ ہو گیا۔ اس میں تم لوگوں کی کمر توڑ دی میں خون کے آنسو روتا تھا یہ دیکھ کہ روٹی کی خاطر میرے بندہ اور تمہارے دروازوں پر چاکری کرتے تھے اب میں نے بدلہ چکانا شروع کر دیا ہے۔

پرویز: کس نوعیت کا بدلہ کیا ہمارا بھی کوئی آدمی تمہارے یہاں چاکری کرتا ہے؟

شیطان: خفا ہونے کی ضرورت نہیں۔ مرد مومن! میں انہیں لوگوں سے کام لیتا ہوں جن کو اپنا بنالیتا ہوں۔ حالانکہ خوف اس کے بعد بھی رہتا ہے کہ مبادا یہ پلٹ جائے ہر وقت چوکنا رہنا پڑتا ہے اور کسی سینیئر شیطانچہ کو اس پر مسلط کر دیتا ہے جو میری طرف سے اس کے حالات کی نگرانی کرتا اور برابر اس کو سبز باغ دیکھاتا رہتا ہے۔

پرویز: کیا ایسا ہوا بھی ہے۔

شیطان: کیا تم اس کو محال یا ناممکن سمجھتے ہو؟

پرویز: نہ محال نہ ناممکن جس کی جیسی طینت رہے گی وہ ویسا ہوگا میں تو کوئی واقعہ سننا چاہتا ہوں۔

شیطان: ابھی ابھی حال ہی میں، میں ایک روز اپنے صدر دفتر میں بیٹھا اپنی جماعت کے ممبروں کے نام دیکھ رہا تھا۔ یکایک ایک نیا نام مجھے بلا تفتیش احوال پر معلوم ہوا کہ بیچارے غربت و فلاکت سے تنگ آکر ہماری جماعت میں شریک ہونے پر رضا مند ہو گئے۔ ویسے آدمی ایماندار پہلے ہی سے نہیں معلوم ہوتے اس لئے کہ مجھے جو رپورٹ ملی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اپنے محسن و آقا سے یوں بے وفائی کی کہ ان کا ایک مکان جو کربلائے معلٰی یا نجف اشرف میں تھا نقلی 'مہاراجکمار' بن کر بیچ کھایا۔ جب ہندوستان وارد ہوئے تو اس نمک حرامی کے جرم کی وجہ سے ریاست میں قدم تو نہیں رکھ سکتے تھے اس لئے کہ وائے سرائے ریاست کا خوف دامن گیر تھا۔ لہٰذا کچھ دنوں بمبئ میں ہماری جماعت والوں کو نماز پڑھائی اور چند ہی دنوں بعد بغیر میری اجازت اور مجھ سے پرمٹ لئے ہوئے عوام کو دھوکہ دینے لگے کہ وہ میری جماعت کے مستقل

ممبر ہیں یہاں تک کے شہر بڑودہ میں اس نے اچھی خاصی رقم جمع کر لی۔ مگر چونکہ بغیر لائسنس یہ کام جاری تھا ایک روز جو بات پکڑی گئی تو میری جماعت کے لوگ ان کے خون کے پیاسے ہو گئے مگر اتفاق سے میں خود 'دورے' کے سلسلے میں پہنچ گیا اور اس کو دلیر سمجھ کر اور بھی سبز باغ دیکھائے پھر کیا تھا ادھر سبز باغ اور قسمت سے ادھر ریاستیں ختم ہوئیں اور یہ با قاعدہ میری جماعت کا ممبر بن گیا۔ پرویز! وہ شاندار تقریر کرتا ہے کہ بس سنتے رہ جاؤ۔ لیکن صرف اس لئے کہ یہ پھر نہ بدل جائے ایک پرانے شیطانچہ کو میں نے اس پر مسلط کر رکھا ہے۔ حق پرستوں کو گالیاں دینا اس کے لئے ایسا ہے جیسے اس کے منہ میں غلاظت کے سوا کچھ نہیں یقین کرو اس کی باتوں پر مجھے بھی شرم آجاتی ہے۔

پرویز: اس کو بے ایمان جانتے ہوئے اپنی جماعت کا ممبر کیوں بنایا؟

شیطان: ارے میاں میری جماعت کا مدار ہی بے ایمانوں پر ہے میں نے تو اس کا داخلہ ہی اس لئے منظور کیا کہ اچھا بے ایمان ہے۔

پرویز: اس کا نام کیا ہے؟

شیطان: نام سے کیا کام بس سمجھ لو کہ۔ بر عکس نہمند نام رنگی کافور۔

پرویز سمجھ گیا اور ﴿قل یا ایہا الکافرون لا اعبد ما تعبدون﴾ پڑھتا ہوا وہاں سے رخصت ہو گیا۔

انٹرویو نمبر۴

آزاد ریاست 'کچھمی پور' ویسے تھی تو ایک بہت چھوٹی سی ریاست مگر اپنی نرالی شان و شوکت 'رعب داب' آن بان اور اپنی شاندار آبادی کے لحاظ سے قرب وجوار کے ملکوں کی محسود بن گئی تھی — 'مہاراجہ فارقلیط' جو پہلے اس ریاست کے والی و وارث تھے انہوں نے اپنی عظیم روحانیت، اخلاق اور سادگی سے رعایا پر بغیر تھانہ پولیس کی مدد کے جس طرح حکومت کی ہے وہ تاریخ انسانی میں جواب نہیں رکھتی لیکن — جو سنتے چلے آتے تھے کہ

عروج مہر بھی دیکھا تو دوپہر دیکھا

— یا — 'ہر کمالے را زوال' — تو وہ روز بد بھی اس ریاست کو بھی دیکھنا پڑا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ 'مہاراجہ فارقلیط' کے انتقال کے بعد معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ ریاست کچھمی پور وہی ہے جو چند دنوں قبل تھی۔ رعایا طبقہ میں یکایک ایسی مصیبت پیدا ہو گئی کہ خود مہاراجہ کا جنازہ 'تین شبانہ روز بغیر دفن پڑا رہا۔

پرویز سے وہاں کے پرانے بوڑھوں نے بیان کیا کہ یوں تو پچھی پور کی ریاست کا مالک مہاراجہ کے خویش 'ایلیا' کو ہونا چاہئیے تھا۔ جیسا کے خود مہاراجہ مرحوم چاہتے بھی تھے مگر چھوٹی رانی صاحبہ چونکہ مہاراجہ کی بیٹی اور ان کے خویش 'ایلیا' سے خوش نہیں تھیں اس لئے انہوں نے اپنے اثرات اور سیاسی گٹھ جوڑ سے اپنے 'بوڑھے باپ' کو ریاست کی گدی کا مالک بنا دیا —— ریاست کے پست طبقہ کے لوگ ان کو 'چھوٹی رانی' کہتے تھے۔ ترقی یافتہ طبقہ 'مادام' سے یاد کرتا تھا مگر عقیدت مند مسلم طبقہ 'مادر ملت' ہی کہتا تھا —— کہنے کو حکومت کرتے تھے۔ مادام کے والد 'خان بہادر سر ابوالبقا' لیکن حقیقت یہ ہے کہ خود ان پر 'رام کے رشتے کے چچا دبیر الملک حاجی ابو الفتح' حاوی رہا کرتے تھے مگر ان دونوں حضرات کی نکیل خود مادام للیتا بنفس نفیس اپنے ہاتھوں میں رکھتی تھیں۔ مادام کے اندر خود اتنی لیاقت تھی کہ وہ حکومت کی گدی سنبھال لیتیں۔ مگر ریاست کے قانون نے مادام کو ایسا نہیں کرنے دیا اس لئے کہ وہاں کے آئین میں تھا کہ عورتیں تخت نشین نہیں ہو سکتیں —

داد دینی ہوگی مادام للیتا کو کہ اندرون حویلی رہ کر وہ جو کچھ چاہتیں وہی ہوتا۔ جن لوگوں سے مادام ناراض تھیں ان کی جائداد، آراضی اور باغات سب

ضبط کرا لئے گئے۔ قاعدہ قانون دھرا رہ گیا اور بر سر دربار وثیقہ، قبالہ اور دستاویز چاک کرکے پھینک دیا گیا۔ مگر مادام کے خلاف پوری ریاست میں کوئی دم مارنے والا بھی نہ نکلا۔

مادام للیتا نے اپنے اندر جن صلاحیتوں کو پیدا کر لیا تھا عوام اس سے متاثر بھی تھی اور خوف زدہ بھی ـــ مادام بہترین مقرر تھیں شاندار شہسوار تھیں گھوڑا مناسب نہ ہوتا تو اونٹ کی سواری بھی خوب کر لیتیں 'اونٹ' موقع سے نہ ملے تو وہ سواری کا کام 'خچر' سے بھی لے لیتیں مگر ان کا کام رک نہیں سکتا تھا اگر مادام میں کوئی کمی اور کسر تھی تو صرف یہ کہ خدا نے کوئی اولاد نہیں دی تھی ـــ غالباً اسی لئے مادام کے دل میں رحم و کرم کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔

مادام کو جب غصہ آتا تو رعایا یہ سمجھتی کہ اللہ خفا ہو گیا ہے اور وہ غصہ میں اگر زندگی میں کسی سے بدلہ نہ لے سکتیں تو اس کے 'مردہ پر غصہ اتارتیں' ـــ انہیں وجوہ سے رعایا ان کی مطیع و منقاد نظر آتی تھی۔ کچھ لوگوں کو مادام پر غصہ بھی آتا تو وہ اس لئے خاموش ہو جاتے تھے کہ مہاراجہ فارقلیط کی بیوی ہیں ان کا احترام بہر حال واجب ہے ـــ کمال کی بات تو یہ ہے کہ اپنے

مذہب کی عاملہ بھی تھیں جیسا کہ لوگوں نے پرویز کو بتایا نہایت سخت و دشوار گزار مسئلوں میں مادام بڑے بڑے عالموں کو ڈانٹ بتاتی تھیں کہ تم نے مسئلہ غلط بتایا صحیح مسئلہ یہ ہے جو میں بتاتی ہوں'۔ چنانچہ ان کے ماننے اور چاہنے والوں میں مشہور یہ تھا کہ مذہب کا دو حصہ صرف مادام للیتا کے پاس ہے علماء اور امراء تو در کنار خود موجودہ 'بوڑھے' راجہ صاحب بھی یہاں پہنچنے کے بعد مادام کا فیصلہ بڑی خاموشی سے سنتے اور چلے جاتے۔

پرویز اپنے تبلیغی دورے پر چند دنوں کے لئے ریاست کچھی پور کے ایک شاندار ہوٹل میں مقیم تھا۔ دستور کے مطابق ضروریات سے فارغ ہو کر جب وہ ناشتہ کی میز پر پہنچا تو اسے سڑک پر آدمیوں کا ایک جم غفیر نظر آیا جو دارالقضاء کی طرف شور مچاتا چلا جا رہا تھا۔ پرویز جس کے اوپر تبلیغ کا دورہ سوار تھا خدمت خلق کے جذبے کے تحت تفتیش احوال کی غرض سے ہجوم میں غائب ہو گیا۔

راجہ صاحب ! ارے ' قاضی سعود ' تم کو کیا ہوا کیوں رو رہے ہو ؟ ــــــ

سرکار ! لٹ گیا ـــ عزت برباد ہو گئی خاندان ـــ کی ـــ ناک کٹ ـــ گئ

اب میں ـــــ کہیں ـــ منہ دکھانے کے لائق ـــــ نہیں رہا ـــــ

قاضی سعود ہچکیاں لے لے کر بولے۔ کیوں کیا ہوا ابھی تو مابدولت زندہ ہیں ریاست کے آدمی کی بے عزتی دراصل ریاست لچھمی پور کی بے عزتی ہے۔' راجہ صاحب اپنا مشہور 'درہ' ہاتھ میں نچاتے ہوئے بولے۔ حضور میرا یہ داماد میری لڑکی کو طلاق دے رہا ہے۔ قاضی سعود نے ایک نوجوان کی طرف اشارہ کرکے کہا راجہ صاحب نے پیلی پیلی آنکھوں سے گھور کے پوچھا: کیوں جی، کیا شریفوں کا یہی طریقہ ہوتا ہے؟۔

راجہ صاحب! میں انصاف چاہتا ہوں آج سے پانچ سال قبل کی بات ہے کہ میری شادی ہوئی تھی دلہن کا صرف منہ دیکھنے کا گنہگار ہوں۔اس کے بعد بسلسلۂ ملازمت میں پانچ سال اپنے ملک سے باہر رہا اور کل واپس آیا تو جو کچھ دیکھا اس کو عرض نہیں کرسکتا جان بخشی ہو تو کہوں۔' ہاں ہاں کہو۔' راجہ صاحب نے کڑک کر کہا ـــ 'حضور ریاست لچھمی پور کے قاضی القضات اور میرے شریف خسر حضرت قاضی سعود صاحب کی گود میں ایک ماہ کا وہ پوتا موجود تھا جسے میرا بچہ کہا جارہا ہے انصاف سے فرمایئے، کیا ریاست لچھمی پور

میں شرافت اسی کا نام ہے ؟' راجہ صاحب کے چہرے کا رنگ اڑ گیا سر پکڑ کے سوچنے لگے ——— 'حضور ایک مقدمہ میرا بھی ہے' راجہ صاحب نے مڑ کے دیکھا جامع مسجد کے پیش امام میاں عبد الشکور دست بستہ کھڑے تھے۔ 'ہاں تم بھی کہہ چکو۔' راجہ نے خفگی سے کہا۔ 'حضور میرا بچہ ملا چھیدی خاں ارے وہی مدرسہ عربیہ میں جو شیخ الحدیث تھا اور جو سرحدی جہاد میں عرصہ ڈھائی سال کا ہوا شہید ہو گیا۔' ہاں ہاں بھائی مرحوم کو ریاست کا کون آدمی نہیں جانتا۔ راجہ صاحب بولے ہاں حضور اس کی بیوی بچوں کا تمام خرچ میں برداشت کرتا تھا مگر سرکار اس کی عورت نے میرے شہید بچے کا نام بدنام کر دیا۔ کل اس کے یہاں ولادت ہوئی ہے اب میں اس کو اپنے گھر میں نہیں رکھ سکتا آپ اس کا کوئی انتظام فرمائیں۔' راجہ صاحب نے تھوڑی دیر سوچ کر جواب دیا : دونوں مقدمہ مادر ملت کے وہاں پیش کئے جائیں وہی فیصلہ کریں گی۔

نماز ظہر کے بعد دونوں مقدمہ والے ایک پورے جلوس کی شکل میں مادام للیتا کے یہاں پیش ہوئے۔ پرویز ٹھیک پردہ سے لگ کر مقدمہ کا فیصلہ سننے کے لئے بڑا بے چین نظر آرہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد مادام کی نسوانی مگر کرخت آواز آئی۔

'بڑے افسوس کا مقام ہے کہ اب معمولی معمولی مقدموں کے لئے بھی مجھے زحمت دی جانے لگی کیا اب ریاست سے علم فقہ کا جنازہ اٹھنے والا ہے؟—— راجہ صاحب—' جی! مادر ملت حاضر ہوں۔' راجہ صاحب بولے

بھائی ان لوگوں سے آپ خود کیوں نہیں کہہ دیتے کہ پریشانی اور حیرانی کی کوئی وجہ نہیں، عزت اتنی معمولی نہیں ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر ختم ہو جائے۔ مادر ملت نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ 'سرکاری دفتر سے پرسنل مسلم لاء منگوا کر دیکھ لیجئے کہ اگر شادی کے بعد زن و شوہر میں ملاقات نہ ہو اور کئی سال کے بعد ولادت ہو جب بھی وہ بچہ طیب المولود ہی متصور ہوگا۔ اسی طرح اگر شوہر کے مرنے کے دو سال بعد بھی ولادت ہو تو اس کو اسی مرحوم شوہر کا ہی بچہ سمجھا جائے گا—

منشی طیب نے اتنی دیر میں 'مسلم لا' میں یہ قانون تلاش کر لیا اور بولے۔ 'جی ہاں مادر ملت! آپ سہی فرماتی ہیں، قانون یہی ہے'——فیصلہ ہو گیا اور مجمع 'مادر ملت زندہ باد' کے نارے لگاتا ہوا واپس ہونے لگا۔ مگر پرویز سراپا حیرت بنا کبھی مجمع کو دیکھتا اور کبھی اس پردہ کو جدھر سے فیصلہ صادر ہوا تھا۔

'راجہ صاحب یہ اجنبی کون ہے جو میرے فیصلہ کا مسکرا کے مزاق اڑا رہا ہے؟' مادام للیتا پھر بولیں۔ 'حضور ! یہ بھی ایک ہندی نژاد۔۔ مسلمان ہے جو قانون سے ناواقف معلوم ہوتا ہے!۔ راجہ صاحب نے مود بانہ جواب دیا۔

مادام للیتا: تم کیوں مسکرا رہے ہو ؟۔

پرویز: مادام یہ فیصلہ کچھ عجب مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے میں بھی مسلمان ہوں مگر میرے یہاں تو ایسا کوئی قانون نہیں ہے مادام۔ تم رافضی معلوم ہوتے ہو۔ مجہتدین اسلام کے اجتہاد کا مذاق اڑاتے ہو یہ جرائت ؟ اسے قید خانہ میں ڈال دیا جائے۔ غریب پرویز دیکھتے دیکھتے کال کوٹھری کے اندر دھکیل دیا گیا اور آہنی دروازہ ایک خوفناک گھڑ گھڑاہٹ کے ساتھ بند ہو گیا نومبر کی آخری تاریخوں کی سردی میں پرویز قید خانہ کے پختہ فرش پر اکڑوں بیٹھا اپنی رہائی کی تدبیروں پر غور کر رہا تھا کہ دفعتاً اسے ایسا محسوس ہو کہ کوئی دروازہ کے قفل کو کھولنے کی کوشش کر رہا ہے اور —— چند دقیقہ بعد دروازہ کھلا تو پرویز کو مادام للیتا مومی شمع لئے سامنے نظر آئی۔ 'کھڑے ہو جاؤ' مادام نے حکم دیا۔ اور پرویز اس یقین کے ساتھ کھڑا ہو کہ شاید قید کا وقت ختم ہو گیا اور

اب قتل کی نوبت ہے۔

مادام: تم نے میرے فیصلہ کا مذاق کیوں اڑایا۔

پرویز: مادام! میں نے فیصلہ کا مذاق نہیں اڑایا لیکن چونکہ فیصلہ کی نوعیت میری سمجھ میں نہیں آئی اس لئے مسکرا پڑا۔

مادام: اس میں کون سا فلسفہ ہے جو تمہاری سمجھ میں نہیں آتا؟ ناسمجھ مسلمان سن! خواب کے ذریعہ بھی حمل رہ سکتا ہے۔ شوہر دوسرے ملک میں ہو یا تیسرے، ایک ندی پار ہو یا سات سمندر، خواب میں زن و شوہر میں ملاقات ہو سکتی ہے لہٰذا اس بچہ کو طیب المولد کیوں نہ سمجھا جائے۔ دوسرے یہ کہ کبھی نطفہ رحم میں خشک ہو جاتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ دو سال اور دو سال کے بعد بھی ہرا ہوتا یہاں تک کہ بچہ کی شکل میں ہو جاتا ہے لہٰذا شوہر کے مرنے کے دو ڈھائی اور تین سال تک اس کا امکان ہے کہ نطفہ اس کا تھا۔ جو خشک ہو گیا تھا اور اب ہرا ہو کر بچہ بنا اسی لئے اس کو حرام زادہ نہیں کہا جا سکتا۔

پرویز: —مادام! اگر یہی منطق ہے تو اب میں اس مسئلہ ہی کا مذاق نہ اڑاؤں گا بلکہ اس مذہب اور اس مذہب کے ماننے والوں کا بھی مذاق اڑاؤں گا

آپ مجھے جیل نہیں قتل بھی کروا سکتی ہیں۔

مادام: میری طرف دیکھو' —پرویز جو نظریں اس لئے نیچی کرکے گفتگو کر رہا تھا کہ اس کے سامنے مہاراجہ فارقلیط کی جوان بیوہ مادام للیتا، مادر ملت اور چھوٹی رانی کھڑی تھیں اب سر اٹھا کر اسے غور سے دیکھنے لگتا ہے اس لئے کہ مادام کی آواز میں اب نسوانیت کا شائبہ بھی نہ تھا۔ 'مجھے گھور نے کیوں لگے'۔ مادام نے پرویز کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑکے پوچھا۔ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ مادام کوئی عورت ہیں یا مرد؟—اس لئے کہ شکل و صورت تو زنانی ہے مگر آواز قطعی مردانی' پرویز نے کہا— 'اچھا لو پرویز اب مجھے پہچانوں مادام نے کہا مگر دوسرے ہی لمحہ پرویز دو قدم پیچھے ہٹ کر چیخا شیطان، شیطان— طوفانی رات والا شیطان۔

شیطان: ہاں پرویز ہاں! مادام للیتا مادر ملت اور چھوٹی رانی مجھ ناچیز ہی کو کہتے ہیں تم نے اس روز درست ہی کہا تھا کہ میں موقع محل سے عورت بھی بن جاتا ہوں عالم کی تاریخ کا میں وہ عجوبہ ہوں آج تک جو کسی کی گرفت میں نہ آسکا۔ نسل آدم کے ساتھ میرا یہ کھیل 'وقت معلوم' تک جاری رہے گا۔

پرویز: تم کمینے ہو ذلیل ہو تم نے بے قصور مجھے جیل میں رکھ کر تکلیف پہنچائی۔

شیطان: پرویز بھلا میرے کمینے اور ذلیل ہونے میں کسے شبہ ہو سکتا ہے۔ تمہارا یہ شکوہ لغو ہے کہ میں نے تم کو جیل میں رکھ کر تکلیف پہنچائی۔ پرویز میرے کمینہ پن نے تو انبیاء وائمہ کو جیل کی ہوا کھلادی تم کس کھیت کی مولی ہو۔ اور ــ آج کچھی پور کی ریاست میں جو کچھ ہو رہا ہے تم خود اپنی نظروں سے دیکھ رہے ہو۔ قاعدہ سے مہاراجہ کے داماد کو یہ ریاست ملنی چاہیے تھی مگر میرے۔۔۔۔نے میرے باپ کو گدی نشین بنادیا۔

پرویز: تم تو شیطان ہو تمہارا باپ کون ہے؟

شیطان: ارے! مادام للیتا کا باپ۔ معاف کرنا بھول گیا تھا۔

پرویز: مہاراجہ فارقلیط کے یہاں تم کیوں کر آئے؟

شیطان: مجھے معلوم ہوا کہ مہاراجہ اپنی دیان اور گیان سے بنی آدم کو اللہ کے سیدھے راستہ پر لگانا چاہتے ہیں۔ظاہر ہے کہ مہاراجہ کو بہکانا میں کیا مجھ جیسے ہزاروں شیطانوں سے بھی ممکن نہ تھا مجبوراً مہاراجہ کے محل میں داخل ہو کر مجھے اپنے مشن کے لئے کام کرنا پڑا۔

پرویز : یک بیک تو تم للیتا کے روپ میں آئے نہ ہوگے اس لئے کہ تم کو بچپن سے للیتا جانتے ہیں۔

شیطان: ہاں مجھے اس سلسلہ میں غضب کے پاپڑ بیلنے پڑے ہیں میں نے ایک شیطانچہ کو اس بات پر معمور کر رکھا تھا کہ جب ابو لبقا کے یہاں بچہ پیدا ہو تو تم اس کو فوراً غائب کر کے خود اس کی جگہ لے لینا چنانچہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوا اور میرا ایک نمائندہ ابو لبقا کی گود میں اس کی بچی بن کر پرورش پانے لگا غضب یہ ہوگیا کہ ابو لبقا نے اس لڑکی کی شادی ایک دوسری جگہ کر دی جب کہ اس کی عمر چھ سات سال ہی کی تھی لیکن میری سیاسی نگاہ یہاں بھی کارآمد ثابت ہوئیں اور میں اس شیطانچہ کو ہٹا کر خود اس کی جگہ للیتا بن گیا اور لوٹ کر مہاراجہ کے محل سرا میں مادام للیتا بن کر داخل ہوگیا ویسے للیتا میرا سسرالی نام ہے چونکہ مہاراجہ کی تمام بیویوں میں بے حد حسین بھی تھی اور کنواری بھی اس لئے لوگ مجھے للیتا کہنے لگے۔

پرویز: پہلے شوہر کے یہاں سے کیسے چھٹی ملی ؟

شیطان: ("ابوالبقا وہ میرا باپ بنا ہے) اس سے خود میں نے مہاراجا کی

ریاست اور اس کے مستقبل اور میرے علاوہ دوسرے نجومیوں اور جوتشیوں نے خبر دی تھی لہٰذا اس نے حکومت "ہتھیانے" کے لئے مجھے رات کے وقت وہاں سے بھگا کر اپنے گھر لے آیا اور پھر میں مادر ملت بن گیا۔

پرویز: تعجب ہے مہاراجہ نے تم کو قبول کیسے کر لیا اس لئے کہ تمہارے باپ آج ابوالبقا ہیں کل یہ معمولی درجہ کے آدمی تھے۔

شیطان: تمہارا تعجب بر محل ہے مگر مہاراجہ ابوالبقا اور حاجی ابوفتح کو خوب پہچانتے تھے کہ اگر ان دونوں کو قبضے میں نہ کیا گیا تو مہاراجہ کو اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے جوئے شیر لانے کے مترادف ہو گی لہٰذا مجبور ہو کر ان کو مجھے قبول کرنا پڑا تاکہ ابوالبقا کی شر سے مجھے نجات ملے اور ابوالفتح کی لڑکی سے شادی کی تاکہ اس کی اذیت سے پناہ ملے اور پھر تو ہم دونوں نے مل کر مہاراجہ کی حکومت میں دو پارٹی قائم کر دی مہاراجہ کی لڑکی میری مخالف پارٹی میں ہو گئی اس کا بدلہ اب میں مہاراجہ کے بعد سے لے رہی ہوں ارے لے رہا ہوں۔

پرویز: مگر تمہارے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

شیطان: میں دنیا کی نظروں میں "مادر ملت" چھوٹی رانی، مادام للیتا بنا رہا مگر مجھے یقین ہے کہ مہاراجہ مجھے خوب اور اچھی طرح پہچانتے تھے اس کی دلیل وہ پیشگوئیاں ہیں جو انہوں نے میرے تعلق کی تھیں۔ پرویز! تم یقین کرو کہ مہاراجہ نے ہم لوگوں کو ہاتھ تک نہیں لگایا اور مفت میں مادر ملت ہو گئے۔

پرویز: کیا یہ صحیح ہے کہ جنگ احد میں تم نے قد قتل محمد کی آواز بلند کی تھی جس سے مسلمان لشکر پراگندہ ہو گیا تھا۔

شیطان: یہ عمدہ ترکیب میری سمجھ میں نہیں آسکتی تھی میں اپنے لشکر کو ہارتا دیکھ پریشان ہو رہا تھا کہ کیا کروں اسی پریشانی میں تھا کہ یہ آواز میں نے سنی میں بھی سمجھتا تھا کہ واقعی تمہارے رسول شہید ہو گئے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ حرکت خود ان کے لشکر کے ایک آدمی نے کی تھی۔

پرویز: یہ غلط یہ ممکن نہیں

شیطان: تم یقین کرو میں تم سے جھوٹ نہیں بولتا یہ کام اسلامی لشکر ہی کے آدمی کا تھا اور واضح کروں کہ یہ حرکت اسی آدمی نما شیطان کی تھی جس نے مجھے بھی چرکہ دے کر شیطان بنے رہنے پر مجبور کر دیا اور واضح کراؤں کہ یہ

حرکت دبیر الملک حضرت حاجی ابو فتح صاحب کی تھی اپنے یقین کے لئے تم امام احمد کی مسند دیکھ سکتے ہو۔ اچھااب تم یہاں سے بھاگ جاؤورنہ صبح یہ لوگ تمہیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔

انٹرویو نمبر۵

زندہ باد! بھورے خاں زندہ باد!! ہمارا راجہ کون؟ بھورے خاں' کے شور کے ساتھ ایک جلوس موتی بازار کی چوڑی چکلی سڑک کی طرف بڑھتا چلا آرہا ہے۔ نعیم ذرا سڑک پر نکل کر دیکھو تو سہی یہ کیا ہنگامہ ہے؟پرویز نے اپنے بوڑھے مگر چست وچالاک ملازم سے کہا۔'آپ کو نہیں معلوم کہ آج تین دن کی گرما گرم بحث و مباحثہ کے بعد یار لوگوں نے بھورے خاں کو حکومت کی راج گدی کے لئے منتخب کر لیا۔' نعیم نے اپنی آنکھوں کو خاص انداز میں گردش دیتے ہوئے کہا۔'کیا کہا! کون بھورے خاں؟۔ پرویز کرسی چھوڑتا ہوا بولا—— 'ارے وہی پتلا دبلا اور لمبا سا آدمی جو اکثر پھیرے کرکے کپڑا بیچتا تھا۔ ہاں کلو میاں کے وہاں آپ نے اس کو ضرور دیکھا ہوگا۔ اس کے یہاں وہ روز صبح کو بکریوں کے دودھ نکالنے آیا کرتا تھا۔' نعیم نے آسمان کی طرف دیکھ کر اپنا بیان جاری رکھا۔'ہائے افسوس یہ دنیا بھی کیا جگہ ہے جہاں دیکھتے دیکھتے امیر فقیر اور فقیر امیر بن جاتا ہے۔ کل کون کہہ سکتا تھا کہ یہ بھورا 'سرکار' کی

جگہ پا جائے گا۔ بھلا جو آدمی ہر گز میں دو پیسہ بے ایمانی کرتا ہو۔ جو پاؤ بھر دودھ میں چھٹانک پانی ملاتا ہو ایسے شخص کو ’طیب و طاہر‘ مہاراجہ کی جگہ مل گئی ۔‘ ’’ارے یہ سب پر بھو کی لیلا ہے نعیم بھگوان اپنے گدھے کو خشکہ کھلائے کسی کا اجارہ ــــ؟‘‘

منشی کنور نے لقمہ دیا۔

پر بھو؟‘‘ نعیم غصہ سے بولا۔ ’’ کیا تم خواب دیکھ رہے ہو۔ یہ سب بھگوان نے نہیں بلکہ دنیاداروں کی چار سو بیسی ہے فرعون و نمرود بھی تو حکمران تھے کیا ان کی حکومتیں اللہ کی دی ہوئی تھیں ۔ پرسوں جس شخص نے تمہارا پرس اڑا لیا کیا یہ بھگوان نے کیا۔ کنور جی پر بھو کو بدنام کرکے دوشی نہ بنو۔

پرویز نے سڑک پر نکل کے دیکھا ایک نحیف و لاغر انسان کا ہاتھ ایک شخص مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہر شخص سے کہتا ہے ’’بھورے بھیا کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارا راجہ بنا دیا ہے بیعت کرو۔‘‘ اگر کوئی تامل کرتا تو اس پر سختی کی جاتی۔ اسی طرح رفتہ رفتہ یہ جلوس شہر کی جامع مسجد تک پہنچ گیا۔ جہاں بھورے خاں اپنا پہلا تاریخی لکچر دینے کے لئے کھڑے ہو گئے۔

پتلا دبلا اور لمبا جسم ، جسم پر تربوز جیسا سر۔اس پر بڑا سا دھاری دار پگڑ ، سانولا چہرہ ، چھوٹی چھوٹی مٹ میلی آنکھیں ، پچکے ہوئے رخسار پر ابھری ہوئی ہڈی ، دانت غائب ، موٹی اور ابھری ناک ، ہونٹ جیسے تنوری روٹی کے حاشیے۔ نتھنوں کے نیچے موٹی موٹی مونچھیں مونچھوں میں نتھنوں کے راستہ نکل کر ناک کے بالوں نے گھناؤ ناپن پیدا کر دیا تھا۔ داڑھی کے بال بکھرے اور تین حصوں میں بٹے ہوئے معلوم ہوتا تھا کہ محکمہ چک بندی نے باقاعدہ تین چکوں میں تقسیم کیا ہے۔ کولہے کی ہڈیاں غائب اور بید لرزاں کی طرح کانپتی ہوئی ٹانگیں جن میں لٹھے کی شلوار پڑی ہوئی۔ ایک ہاتھ سے شلوار کا نیفا پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے مجمع کو خطاب کرنے لگے۔ ''عزیز دوستو ! میں واقعی ایلیا کی موجودگی میں اس منصب کا اہل نہیں تھا بہتر تو یہ ہے تم لوگ مجھے چھوڑ دو۔ دیکھو مجھ پر ایک شیطان مسلط رہتا ہے جب میں ٹیڑھا ہونے لگوں تو تم لوگ سیدھا کر دینا۔'' ضعف سے ہاتھ کے اشارہ کے ساتھ سر کو بھی غیر معمولی جنبش ہوئی اور پیروں میں تھرتھراہٹ بھی کافی پیدا ہوئی لرزتی ہوئی ٹانگوں اور جھولتے ہوئے سر کو دیکھ کر غازی میاں کا میلہ اور احمد آباد کے جھولتے ہوئے منارہ کی یاد تازہ ہو جاتی۔

تقریر کے بعد خواص اپنے نئے راجہ یعنی بھورے خاں کو ان کی قیامگاہ تک پہچانے گئے تو پرویز بھی ساتھ ہولیا بھورے خاں کے والد پھوس کے ایک چھپّر میں ٹوٹی ہوئی کھری چارپائی پر پڑے کھاس رہے تھے خلاف معمول اپنے گھر پر شہر کے معزز و غیر معزز (کھچڑی) مجمع کو دیکھ کر پوچھا۔ ''ارے بھورے اب تک تم کہاں تھے اور یہ لوگ کون ہیں اور کیوں آئے ہیں؟'' مجمع سے ایک شخص نے بھورے کے بوڑھے اور ضعیف باپ گھورے کو جواب دیا۔ ''تمہیں نہیں معلوم ! ارے تمہارے دن پلٹ گئے۔ بھورے راجہ ہو گئے نا۔''

''اس کو کس نے راجہ بنا دیا؟ کیا میر صاحبان اور سابق راجہ کے گھرانے کے لوگ شہر میں نہیں رہ گئے؟'' گھورے نے تعجب سے پوچھا۔ ''اصل میں یہ کافی سن رسیدہ تھے اس لئے انہیں کو راجہ بنا دیا گیا۔'' مجمع سے ایک شخص نے گھورے کو سمجھانے کی کوشش کی۔ یہ سن کر گھورے نے قدرے سختی سے جواب دیا۔ ''اگر سن رسیدہ سمجھ کر اس کو بادشاہ بنا دیا تو پھر مجھے بناتے، میں تو اس کا بھی باپ ہوں۔''

گئی رات کو پرویز اپنی قیامگاہ پر واپس آکر بستر پر دراز ہوگیا مگر نیند کا

کوسوں پتہ و نشان نہیں تھا ــــــــــ

تھوڑی دیر بعد پرویز اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے ایک شخص کو دیکھ کر اٹھ بیٹھا۔ "آپ کی تعریف! کیسے آنا ہوا؟ دروازہ بند ہے آپ کیونکر آئے؟" پرویز نے درشت لہجہ میں پوچھا۔

پرویز صاحب آپ کے کل سوالوں کا جواب یہ ہے کہ میں شیطان اعظم ہوں اور آپ کو صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ میں اللہ سے گن گن کے بدلہ لے رہا ہوں۔"

پرویز نے اپنے کو قابو میں رکھتے ہوئے پوچھا "کیسا بدلہ؟"

شیطان: اللہ نے آدم کو خلیفہ بنا کر مجھے مردود بارگاہ کر دیا اور اعلان کر دیا کہ "میری زمین کے وارث صالح بندے ہوں گے" میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔ "مہاراجہ فارقلیط" کے بعد تم نے خود دیکھ لیا کہ میں نے ایسے کو جانشین بنا دیا جس کی بادشاہت پر خود اس کا باپ راضی نہیں۔'

پرویز: تم نے اس کو مہاراجہ کا جانشین کیسے بنایا؟

شیطان : سب سے شاندار کارنامہ اس اسکیم کو کامیاب بنانے میں میرا یہ ہے کہ مہاراجہ کی آخری خواہش یعنی تحریری وصیت نیابت کو منظر عام پر نہیں آنے دیا——— مہاراجہ مرحوم کی خواہش تھی کہ میرے نمائندے ان کے انتقال کے وقت راجدھانی میں موجود نہ رہیں تاکہ وہ اپنی مرضی کے مطابق جن کو اپنا جانشین بنانا چاہیں بنالیں مگر اس طرح میری ساری محنت برباد ہوجاتی۔ میں نے سرکار فارقلیط کے اس ارادے کو بھانپ لیا۔ چنانچہ جب مہاراجہ نے فوج کے ساتھ ایک خاص مہم پر جانے کے لئے میرے نمائندوں کو حکم دیا تو میں نے اس حکم کی سختی سے عملی مخالفت کی اور زجر و توبیخ لعن و طعن کے باوجود راجدھانی کو خالی نہیں کیا بلکہ بڑی تندی سے اپنی اس اسکیم کے لئے مجھے کام کرنا پڑا۔ مشکل یہ ہو گئی کہ مہاراجہ نے جب انتقال فرمایا اس وقت بھورے خاں شہر سے کئی میل دور اپنے گھر چلا گیا تھا۔

پرویز : میں تو بھورے کو مسلمان سمجھتا تھا۔

شیطان : ہے تو وہ مسلمان ہی تم اس کو غیر مسلم کیوں سمجھتے ہو۔

پرویز : مسلمانوں کے مذہبی پیشوا سرکار فارقلیط چند دقیقوں کے مہمان اور

بھورے مسلمان ہو کر بھی اتنا مطمئن کہ ''سسرال بازی'' کرے۔

شیطان : تو اس کو اپنے جیسا مسلمان کیوں سمجھ رہے ہو وہ اس قسم کا مسلمان ہے جس سے منافقین کی پیداوار ہوتی ہے اور اس قسم کے مسلمان تو میرے دام تزویر میں آسکتے تھے، مخلصین مومنین تک تو اپنی رسائی ہی ناممکن ہے ـــــــ بہرحال وہ موجود نہ تھا مجبوراً میں نے اپنے چچا حاجی ابوالفتح کو دیوانہ کہہ نے کی رائے دی اور کہا کہ آپ تلوار لے کر شور کیجیے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ مہاراجہ کا انتقال ہو گیا ورنہ وہ قتل کر دیا جائے گا اور میرا مقصد یہ تھا کہ کچھ دیر یہ حماقت جاری رہے تاکہ بھورے بھی آجائے اور اس دیوانگی کو جذبہ محبت کی زیادتی بتایا گیا اور یہ ڈھونگ اس وقت تک رچایا جاتا رہا جب تک بھورے خاں نے آکر ابوالفتح کے کان میں [کل نفس ذائقۃ الموت] کی پھونک نہیں ماری۔ ادھر میں نے چند سادہ لوح قسم کے لوگوں میں شہر کے باہر ایک ایسی جگہ جہاں شریفوں کا گذر بھی ناممکن تھا یہ بحث چھیڑ دی کہ مہاراجہ مرحوم کا جانشین کون ہوگا ؟ پھر کیا تھا خوب گرما گرم بحث شروع ہو گئی اور میں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر ماسٹر پیش کام یہ کیا کہ بھورے کا ہاتھ کھینچ کر فوراً بیعت کر لی۔ پھر ایک دو تین چار اور جامع مسجد تک بھورے خاں اس

اسلامی اسٹیٹ کا پرمانںٹ راجہ بن گیا۔

پرویز: مسلمانوں کے سرمایہ ایمان پر تم نے ڈاکہ ڈال ہی دیا۔

شیطان: ایسا ویسا ڈاکہ نہیں بلکہ اب تو قیامت تک یہ بد بخت لوٹے جاتے رہے گے اور اس اسلامی سلطنت کو اسلامی جمہوریہ کے نام سے یاد کیا جاتا رہے گا۔ ابھی بھورے اور ابوالفتح کو یہ اسکیم بتاکے آرہا ہوں کہ بھورے کی جو بیعت نہ کرے اس کو بے دریغ قتل کر دیا جائے اور اس کے گھر میں آگ لگا دی جائے۔

پرویز: میرے خیال میں ایلیا بھورے خاں کی بیعت پر کسی قیمت پر راضی نہ ہوں گے۔

شیطان: ٹھیک کہتے ہو مگر دیکھ لینا کہ ان کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا جائے گا بلکہ یہ قانون ایلیا ہی کے انکار کے پیش نظر انہیں کے لئے بنایا گیا ہے۔

پرویز: مگر ایلیا کی بے مثل صلاحیتیں کچھ ڈھکی چھپی نہیں ہیں مجھے یقین ہے اگر تمہارے شیطانچوں نے ایسا کیا تو شہر کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہتی نظر آئیں گی۔

شیطان: ایلیا کی صلاحیتوں کا جتنا علم مجھے ہے شاید تم اس سے وقف نہیں۔ یقیناً تاریخ انسانی نے ایلیا جیسا سورما ساونت غازی بہادر اور دلیر نہیں پیدا کیا۔ مگر شجاعت کے ساتھ ساتھ صبر و ضبط اور شدااید و مصائب کے تحمل کی بھی بے اندازہ قدرت ان میں ان کے زہد قناعت علم اور ورع و تقویٰ کی بناپر موجود ہے۔ اور سب سے بڑی چیز مہاراجہ فارقلیط کی وصیت ہے جس کا پاس و لحاظ ایلیا کو قبر کی آغوش تک رہے گا اگر ایسا نہ ہوتا تو بھورے تو بھورے میری بھی ناک اکھاڑ کر میری گدی میں چپکا دیتے۔

پرویز: تم نے اپنے مشن کی کامیابی کے لئے بھورے جیسے بڈھے اور احمق ترین انسان کا انتخاب کیوں کیا ہے؟

شیطان: پرویز تمہیں نہیں معلوم تم جس بھورے کو احمق بتلا رہے ہو اس کے خون میں چیونٹی کی چال چلتے ہوئے کفر کو میری نظر دیکھ رہی ہے جس کا علم مہاراجہ مرحوم کو بھی تھا اس کی حماقت اور نادانی اس کے دل کے اندر چھپے ہوئے کفر و نفاق کی پردہ دار ہے کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ایک موقع پر سرکار فارقلیط نے فرمایا تھا کہ ''ابلیس اور بھورے کا ایمان ایک ہے''۔ اس

طرح ہم دونوں روحانی رشتہ دار ہیں۔ میں آدم کا تو یہ ایلیا کا۔

پرویز: پھر ابوالفتح اس اسکیم کا پانچواں سوار کیوں بن گیا؟

شیطان: ارے وہ تو اسکیم کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ بھورے اور ابوالفتح کی آپس کی میں دانت کاٹی روٹی ہے۔وہ دونوں ''لنگوٹیا یار'' ہیں۔ان کے آپس میں ایلیا دشمنی پیکٹ ہوا ہے۔

پرویز: پوری ریاست کے باشندوں کو نظر انداز کرکے صرف ایلیا ہی کے پیچھے تم پنجہ جھاڑ کر کیوں پڑ گئے؟

شیطان: مجھے ایلیا سے ذاتی کوئی دشمنی نہیں میں تو ان کا دشمن اس لئے ہوں کہ وہ سرکار فارقلیط کی پالیسیوں کا سچا محافظ اور ان کے مشن کا واقعی بہی خواہ ہے۔

پرویز: مگر بھورے کا نام تو اس کے جسم ہی کی طرح بھدا ہے۔

شیطان: کل سے اس کا نام سر ابو البقا ہو گا اور اب نہ یہ پھیری میں کپڑے بیچے گا اور نہ یہ کوئی دوسرا کام بلکہ باقاعدہ بیت المال سے اس کو تنخواہ دی جائے گی۔

پرویز: مگر آئندہ عوام اپنا سر براہ اسی طرح جب الیکشن سے منتخب کریں گے تو ممکن ہے کہ ایلیا کامیاب ہو جائیں۔

شیطان: مجھے اس کا اندیشہ تھا مگر اس منصب کو اب ایلیا تک نہیں جانے دونگا اسی لئے پہلے ہی اعلان کر دیا گیا ہے کہ وہ طریقہ انتخاب جس سے مسٹر بھورے چنے گئے ہیں ایک اتفاقی حادثہ تھا اس طریقہ انتخاب سے فتنہ و فساد کا پیدا ہو جانا نا گزیر ہو تا ہے مگر وہ تو خدائے تبارک و تعالیٰ نے ہم سب کو بچا لیا۔ اگر آئندہ اس طریقہ انتخاب سے کوئی منتخب ہوا تو قتل کر دیا جائے گا۔

پرویز: پھر بھورے کے بعد انتخاب کی کیا صورت ہو گی۔

شیطان: نامینیشن۔

پرویز: یہ طریقہ تو جمہوریت کے خلاف ہے۔

شیطان: مجھے جمہوریت کی پرواہ نہیں اپنی شیطنت کی فکر ہے اب ریاست کا دستور ہو گا ''شیطنت'' اور جتنے قانون ہوں گے وہ اسی شیطنت کے پیش نظر بنائے جائیں گے ہمارے یہاں فروع پہلے بنائے جائیں گے اور اصول بعد میں۔

انٹرویو نمبر۶

حق پرست مسٹر پرویز! چلو! اور بھورے حکومت کا کمال دیکھو۔ شیطان نے دوسرے دن پرویز سے کہا: کیسا کمال؟۔ پرویز نے متجسسانہ نظروں سے پرویز کو ٹٹولتے ہوئے پوچھا: آؤ میرے ساتھ آؤ۔ یہ کہتا ہوا شیطان سڑک پر آگیا۔ پرویز نے بھی شیطان کے پیچھے لپکا۔۔۔ اور یکایک پرویز کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ اس کی نظروں نے جو کچھ دیکھ اس کا تصور نہ صرف ناممکن بلکہ پرویز کے خیال میں محال تھا۔ وہ بار بار مجنونانہ انداز میں اپنی آنکھوں کو ملتا ہوا اور زیر لب بڑبڑاتا ''میرے اللہ یہ لوگ کون ہیں اور ایلیا سے کیا چاہتے ہیں۔ دفعتا اس کی نظر مسٹر بھورے کے وزیر باتدبیر حابی ابوالفتح پر پڑ گئی جو ایلیا کے دروازے کو توڑنے کے انداز میں پیٹ پیٹ کر کہہ رہے تھے: ''ایلیا! تم بھی چل کر سرابوالبدار (بھورے میاں) کی بیعت کرلو اور دروازہ کھول دو ورنہ ہم آگ لگادیں گے''۔

''اے نداف کے بیٹے! اس گھر میں اور میرے بچے بھی ہیں کیا تو انہیں بھی جلا دے گا؟''۔ مہاراجہ مرحوم کی اکلوتی بیٹی اور ایلیا کی بیوی 'طاہرہ' نے

بڑے ہی دردناک انداز میں کہا۔

"کوئی بھی ہو مجھے پرواہ نہیں" یہ کہہ کر ابوالفتح نے اپنی سنگدلی کا مظاہرہ یوں کیا کہ اپنے شقی القلب غلام سے کہا کہ دروازہ گرادو۔ چند دقیقہ بعد فضا میں ایک مظلوم آواز لہرائی "اے بابا"۔

دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ بے درد اور موذی غلام نے دروازہ طاہرہ کے اوپر ہی گرادیا جس کی وجہ سے ان کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔۔۔۔۔۔اس کے بعد کا منظر بھی ویسا ہی بھیانک تھا۔ ایلیا کو گرفتار کرکے مسٹر بھورے کے دربار میں اس لئے لائے تاکہ ایلیا مسٹر بھورے کی بیعت کرلیں۔

ابوالفتح: کرو بیعت!

ایلیا: ناممکن!۔ تم لوگوں کو چاہیے کہ میری بیعت کرو۔ جو دلیل تم لوگوں نے غیروں کے سامنے پیش کرکے یہ منصب حاصل کیا اسی دلیل کو میں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔

ایک درباری: ایلیا افسوس ہے کہ آپ اس جگہ نہیں تھے جس سے ہم لوگوں کو یہ سمجھایا گیا کہ آپ کو اس منصب سے دلچسپی نہیں ہے لہٰذا ہم نے

بھورے کو منتخب کرلیا۔

مسٹر بھورے: اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ میری حکومت پر رضامند نہ ہوں گے تو میں کبھی اس منصب کے لئے تیار نہ ہوتا۔

ابوالفتح: (ایلیا سے مخاطب ہو کر) بیعت کرو ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے !۔

مسٹر بھورے: نہیں نہیں! جب تک طاہرہ زندہ ہیں ہم ایلیا پر کوئی سختی نہیں کریں گے۔

شیطان: (دربار کے باہر کھڑا ہو کر) پرویز تم نے شیطانی راج کی دھمک محسوس کی اور یہ بھی دیکھ رہے ہو کہ اونٹوں کا چرواہا کس طرح ایلیا کو دھونس میں لینے کی کوشش کررہا ہے؟۔

پرویز: جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں یقینا یہ کسی آدمی کے بس کا روگ نہیں ایسا کام تو بس شیطان ہی کرسکتا ہے۔ آج سمجھ میں آگیا کہ اگر مہاراجہ مرحوم کی وصیت صبر و ضبط مانع نہ ہوتی تو پھر ان شیطانچوں کی کھوپڑیاں بھیک مانگتی پھرتیں۔ مگر سارے مظالم کے بانی تم ہو۔ اور ایک طرح سے تم اپنی اسکیم کو کامیاب بھی بنا چکے ہو لیکن تمہارے چہرے پر خوشی کے کوئی آثار نہیں۔

شیطان: پرویز ! اب میں دوسری فکر میں ہوں اور وہ یہ کہ میں محسوس کررہاہوں کہ جب تک ایلیا زندہ رہیں گے میں اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہیں کرسکتا۔ ان کو اپنی راہ سے ہٹانے کی نہایت عمدہ ترکیب سوچ چکا ہوں اور کل مسجد میں تم کو ایلیا شہید ملیں گے !۔

دوسری صبح کو پرویز مسجد میں یہ کہتا ہوا داخل ہوا "خدا ایلیا کو اپنی امان میں رکھے" مسجد مسلمان نما آدمیوں سے بھر چکی تھی۔ بھورے خاں کی امامت کے لئے مسلمانوں کے مشہور جنرل 'تلوار خاں' سے آنکھوں آنکھوں میں کچھ کہتے ہوئے مصلے پر آ گئے۔

ان دونوں میں طے یہ پایا تھا کہ جب بھورے خاں سلام پھیریں تو اسی وقت 'تلوار خاں' عبادت گزار ایلیا کو مسجد ہی میں قتل کردے۔ نماز شروع ہو کر قیام و قعود کی منزلوں سے گذرتی ہوئی اختتام کی منزل پر پہنچ گئی۔ اب سلام پھیرا جانے والا ہے اور اس کے ساتھ ہی ایک قیامت آئے گی۔ اس تصور سے پرویز خوف وہراس اور غم والم میں ڈوب کر ایک جھرجھری لی لیکن سلام ہے جو نہ آج پھیرا جاتا ہے اور نہ کل۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میل ٹرین اچانک کسی حادثہ کا شکار ہو گئی دیہاتی اسٹیشن پر غیر معینہ مدت تک کے لئے ٹھپ ہو گئی۔

ماموین کو خیال ہوا کہ بھورے (بہر حال نماز سے جن کو کوئی دلچسپی کبھی نہیں رہی) سلام پھیرنا بھول گئے مگر یہ خیال تب غلط ہو گیا جب بھورے خاں نے کچھوے جیسی گردن کو حرکت دیتے ہوئے ''لا تفعل۔۔ لا تفعل۔۔ (جو کہا ہے اسے نہ کرنا۔۔۔ جو کہا ہے اسے نہ کرنا) کہہ کر سلام پھیرا۔ اس واقعہ کے بعد قبل اس کے کہ نمازیوں میں سے کوئی اس نئے سلام کے متعلق کچھ دریافت کرتا ایلیا نے مسلمانوں کے مشہور جنرل تلوار خاں کو گریبان سے پکڑ کر پوچھا: ''او نطفہ نا تحقیق کیا تونے مجھے قتل کر دیتا؟'' تلوار خاں نے کہا: اگر بھورے خاں منع نہ کرتے تو قتل کر دیتا!۔ تلوار خاں کو پٹتے دیکھ کر بھورے خاں کی حالت غیر ہونے لگی مگر ابوالفتح کی دسیسہ کاریوں نے مسجد سر پر اٹھالی۔ ''خدا کے واسطے تلوار خاں کو موت کے پنجہ سے بچاؤ ورنہ ایلیا اس کو ختم کر دیں گے''۔

ایلیا نے تلوار خاں کو چھوڑ کر ابوالفتح کو قدآدم اٹھا کر زمین پر دے مارا اور خود اس کے سینہ پر بیٹھ گئے۔ ابوالفتح ساری چوکڑی بھول گئے۔ سانس یوں لے رہے تھے جیسے لوہار کی دھونکنی چل رہی ہو۔ انہوں نے اونے بھینسے کی طرح ڈکرڈکر مسجد کو قصاب خانہ بنا دیا تھا۔۔ مہاراجہ فارقلیط مرحوم کی قبر مبارک کا واسطہ دے کر جب لوگوں نے پناہ مانگی تو ایلیا یہ کہتے ہوئے اترے اگر صاحب

قبر کا خیال نہ ہوتا تو بتاتا۔

شیطان: (دوسرے دن) پرویز تم نے ایلیا کا جلال دیکھ لیا میں تو کل بدحواس ہو گیا تھا مگر وہی مہاراجہ مرحوم کی وصیتوں نے ان کا قصہ ختم کیا۔ خیر اب دوسری طرح بدلہ لوں گا۔

پرویز: دوسری طرح کا بدلہ کون سا ہوگا؟

شیطان: ان کے چاہنے والوں کا قتل عام!

پرویز: مسلمانوں کا قتل حرام ہے۔ بہرحال یہ کام نہ بھورے کر سکتے ہیں اور نہ ابوالفتح۔

شیطان: پرویز صاحب! اگر ان بدبختوں کو اللہ مل جائے تو یہ لوگ اس کو بھی قتل کرنے سے دریغ نہ کریں گے۔ سوچنے کی بات ہے کہ جو مسلمان ایلیا کو گرفتار کر سکتا ہے ان کو قتل پر آمادہ ہو سکتا ہے وہ معمولی دوستداران ایلیا کو کیوں نہیں قتل کر سکتا؟۔

اور دو روز بعد یکایک ڈگی پٹ گئی کہ "مرتدین سے جنگ کرنے چلو" اسی روز شیطان نے پرویز سے کہا کہ "تم نے سن لیا مرتدین سے جنگ ہو گی"۔

پرویز: تو مرتدین ایلیا کے دوستدار کیوں ہونے لگے؟

شیطان: تمہارا قصور نہیں۔ اصل میں شیطانی اسکیموں کو تم لوگ سمجھ بھی تو نہیں سکتے۔ ارے پرویز صاحب! وہ واقعی مرتد نہیں ہیں بلکہ زبردستی ان کو مرتد بنایا جارہا ہے تاکہ قتل کی وجہ بتائی جاسکے ورنہ تم خود سوچو کہ ''اسلامی ٹیکس'' نہ دینے والا بھلا مرتد کیسے ہو جائے گا جبکہ ان لوگوں نے ''اسلامی ٹیکس'' کے دینے سے انکار نہیں کیا ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ بھورے خاں کو مہاراجہ مرحوم کا جانشین ہی نہیں مانتے تو ان کو ''اسلامی ٹیکس'' کیوں دیں؟

دو ایک روز کے بعد شیطان کے منصوبہ پر عمل کرتے ہوئے بھورے حکومت نے تلوار خان کی ماتحتی میں مسلمانوں کی خونخوار اور بھیڑیا صفت فوج ان سچے مسلمانوں کے قتل عام کے لئے روانہ کر دی اور باوجود مسجد، نماز اور اذان کی آوازوں کے ان کو مرتد کہہ کر بے دریغ قتل کر دیا گیا۔۔۔۔۔۔ اور تلوار خان کی درندگی، بربریت اور بہیمیت نے ایک مسلمان مظلوم کو جو اپنے قبیلہ کا سردار تھا اس کو قتل کرکے اس کے سر کا چولھا بنایا اور اس کی ستم رسیدہ بیوہ ''جمیلہ'' سے اسی شب میں اپنا منہ کالا کیا۔ جس وقت آگ اور خون کی یہ بھیانک ہولی کھیلی جارہی تھی شیطان پنجوں کے بل کھڑا ہذیانی قہقہے لگا رہا تھا۔

بھورے حکومت میں جہاں انسانیت ذبح ہورہی تھی، آدمیت ہچکیاں لے رہی تھی، الٰہی احکام جمود و خمود کی منزلوں میں معطل پڑے تھے، قرآنی ضوابط و قوانین کے گلے پر شیطانی چھریاں چل رہی تھیں اور فرمان نبوی کا مذاق اڑایا جارہا تھا۔ جب ان مظلوم مسلمانوں کے قتل عام کی خبر پہنچی تو جشن منایا گیا خوشی اور مسرت میں ایک جلسہ کیا گیا جس کی صدارت بھورے خاں جیسے ظالم و جابر بے رحم فرمانروا نے کی اور اپنی صدارتی تقریر میں تلوار خان کے ظلم و جور کو سراہتے ہوئے اسے مستحسن بتایا اور اس کو ''خدائی تلوار'' کا سرکاری لقب دیا گیا۔

شیطان: پرویز صاحب! ''اندھیر پور نگری چوپٹ راجہ، ٹکے میر بھاجی ٹکے سیر کھاجہ'' کی مثل تو سنی ضرور ہوگی دیکھی نہ ہوگی۔ مساوات کے سلسلہ میں بھورے سرکار نے جو کارنامہ انجام دیا ہے اس کو تاریخ انسانی کبھی نہ بھلا سکے گی۔ عالم جاہل برابر، ظالم و مظلوم یکساں، حق و باطل میں کوئی فرق نہیں، مرد و زن کے حقوق میں کوئی امتیاز نہیں۔ اسلام و کفر میں کوئی تفاوت نہیں اور نور و نار میں یہاں کوئی مغایرت نہیں۔

بھورے سرکار میں تم کو عالم پھاوڑا چلاتا اور کیاریاں بناتا ہوا ملے گا تو جاہل

دارالقضا میں مسند افتاء پر جلوہ گر نظر آئے گا۔ مفسرین قرآن اور علوم الٰہی کے حاملین دوکانوں پر سودا سلف بیچتے اور کنویں سے پانی کھینچتے ملیں گے تو قرآن سے بے بہرہ اور علوم الٰہی کے دشمن قاضی القضاۃ اور مفتی دین مبین بنے نظر آئیں گے۔ پرہیزگار اور متقی نمازی ماموم تو بدکار و شرابخوار پیشنمازی کرتا ہوا نظر آئے گا۔ ساری دنیا میں قبضہ ملکیت کی دلیل ہوا کرتا ہے مگر یہ سرکار اس کو مالک سمجھتی ہے جس کا قبضہ مال پر کبھی نہ رہا ہو اسی لئے "طاہرہ" کی اراضیات و باغات پر بھورے حکومت قابض ہو گئی اور مستند شواہد و بینات کے باوجود مہاراجہ مرحوم کی مظلومہ بیٹی کو مقدمہ ہارنا پڑا۔ یہاں روشنی اس اندھیرے کا نام ہے کہ جو قاضی (جج) ہو وہی مدعا علیہ اور صفائی کا وکیل بھی ہو مختصر جملوں میں یہ سمجھ لو کہ بھورے سرکار کے عوام وخواص کی عقلوں پر یوں پتھر پڑا ہے کہ جو لوگ اللہ و رسول کی نظروں میں صاحبان اعتبار و اعتماد تھے وہ بھورے حکومت میں ناقابل اعتبار جو مہاراجہ فارقلیطا کے زمانہ میں سپہ سالار اور غازی تھا وہ اس حکومت میں ناکارہ اور جو مہاراجہ کے زمانہ میں بزدل اور بھگوڑا تھا وہ اس وقت کا عظیم جنگجو اور دلیر بنا ہے۔ جو مہاراجہ کے عدل پرور زمانہ میں مظفر و منصور تھا وہ اس وقت مجبور و مقہور ہے۔ رحمانی دور ختم ہو گیا اور شیطانی راج چالو ہے۔

پرویز : حضرت ابلیس صاحب ! آج نہیں کل سہی ظلم و ستم کی سیاہ گھٹائیں ختم ہوں گی، عدل اور انصاف کا آفتاب طلوع ہوگا۔ رحمانی دور ختم نہیں ہوا ہے بلکہ باطل کی تمامتر قوتوں کو آزمایا جارہا ہے تاکہ حق و باطل میں کامل امتیاز ہوجائے۔ مسلم، مسلم ہوجائے اور کافر، کافر۔ یہ درمیان کے منافقین اگر تمہاری بساط شطرنج کے مہرے نہ بنتے تو ان کی شناخت مشکل ہوجاتی۔

نہ گھبرا جلد ہی خون شہیداں رنگ لائے گا
جو پھیکا پڑ گیا ہے جلد ہی عالم پہ چھائے گا

انٹرویو نمبر ۷

دن بھر کی بھاگ دوڑ کے بعد جب پرویز اپنی قیام گاہ پر پہنچا تو بالکل سونے کے موڈ میں تھا ابھی وہ اپنے کمرہ کا دروازہ بھی نہ کھول پایا تھا کہ ایک آواز نے اس کو اپنی طرف متوجہ کرلیا۔

" صاحب آپ کے نام خط ہے " ایک لڑکا دوڑتا ہوا پرویز کے قریب آیا۔ اس نے آنے والے لڑکے کے ہاتھوں پر چار آنے پیسے رکھ دیئے اور وہ بھاگتا ہوا نکل گیا۔ ایک کرسی پر ٹیک لگا کر اس نے لفافہ کو چاک کیا، سرخ رنگ خوبصورت کارڈ پر تحریر تھا: "انشاء اللہ الرحمٰن بتاریخ ۹/ ربیع الاول شریف بوقت ۱۰/ بجے شب بمقام غوثیہ ہوٹل واقع شاہراہ نعمان جشن تاجپوشی حضرت امیر المسلمین الحاج ابوالفتح صاحب زیر صدارت فخر الحفاظ حضرت مولانا حفیظ اللہ صاحب مدظلہ منعقد ہوگا، جس میں آپ کی شرکت ہم سب کیلئے باعث مسرت و شادمانی ہوگی" الداعی: سکریٹری انجمن خیر الجماعت

پرویز نے کارڈ کی تحریر پڑھ کر باطمینان کلنڈر پر نظر ڈالی "ارے ۹/ ربیع الاول تو آج ہی ہے" جلدی جلدی اس نے کپڑے تبدیل کئے اور غوثیہ ہوٹل کی طرف روانہ ہوگیا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا تو جلسہ کی کاروائی شروع ہوچکی تھی اور مولانا حفیظ اللہ صاحب اپنا صدارتی خطبہ ارشاد فرمارہے تھے۔

"ہم اس خدا کا شکر ادا کرتے ہیں جس نے ہم کو سر ابوالبقا کے بعد حاجی ابوالفتح صاحب امیر عنایت فرمایا۔ احسان کیا ہے ابوالبقا نے ہم سب پر کہ اپنی زندگی ہی میں انہوں نے آپ کا تقرر فرمادیا اور ایسا کیوں نہ کرتے ابوالبقا مرحوم کے دل میں اسلام کا درد موجود تھا وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو تین تیرہ چھوڑ کر خدا کے یہاں چلے جائیں"

" جناب صدر صاحب! چونکہ یہاں سوال وجواب کی عام اجازت ہے لہٰذا چند چیزیں دریافت طلب ہیں" پرویز اپنی جگہ کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

صدر نے سنجیدہ لہجہ میں جواب دیا: ’’ضرور ضرور میں آپ کو اجازت دیتا ہوں‘‘

"آپ نے فرمایا کہ ہم سب مسلمانوں پر سر ابوالبقا صاحب کا احسان ہے کہ انہوں نے اپنا جانشین معین کردیا۔ کیا جناب صدر بتا سکیں گے کہ اگر ابوالبقا صاحب کا یہ احسان ہے تو مہاراجہ فارقلیط مرحوم نے مسلمانوں پر ظلم کیا اس

لئے کہ انہوں نے نے رؤف ورحیم ہو کر بھی آپ لوگوں کے خیال کے مطابق اپنا جانشین معین نہیں کیا۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ابوالبقا نے اس لئے ایسا کیا کہ ان کے دل میں اسلام کا درد تھا اس کا یہ مطلب ہوا کہ مہاراجہ فارقلیط مرحوم جو اس مشن کے روح رواں تھے ان کے دل میں اپنے مشن کا نہ حقیقی درد تھا نہ سچی محبت" پرویز نے یہ سب کچھ ایک سانس میں کہہ دیا۔

صدر: "اصل بات یہ ہے کہ مہاراجہ فارقلیط مرحوم کو اتنا موقع ہی نہیں ملا کہ وہ جانشین معین کرتے اگر موقع ملا ہوتا تو وہ ضرور ایسا کرتے"

پرویز: " عقل اس گتھی کو حل کرنے سے قاصر ہے۔ جناب مہاراجہ کو ۲۳ سال حکومت کرنے کا موقع ملا مگر اس میں وہ ایسا وقت نہ پاسکے جس میں جانشین معین کرتے اور ڈھائی سال کی حکومت میں ابوالبقا صاحب کو موقع مل گیا"

صدر: " سرکار مہاراجہ مرحوم کے مصروفیات اتنے زیادہ تھے کہ وہ اس طرف ملتفت ہی نہ ہوسکے اور جب توجہ کی تو اس وقت جب شدید تپ میں مبتلا تھے لہٰذا چاہنے والوں نے کسی طرح کی تحریر کی زحمت کرنے سے ان کو باز رکھا"

پرویز: " میں خود اس موقع پر موجود تھا اور یہاں جو لوگ ہیں ان میں

سے اکثر لوگ وہاں تھے یقیناً آپ کی اطلاع درست ہے مہاراجہ مرحوم نے ایلیاؔ کو گلے لگا کر کہا تھا اور جانشین بنانے کا وعدہ بھی فرمایا تھا مگر مہاراجہ نے واقعی ایسا نہیں کیا تھا بلکہ صرف ایلیا کے بچپنے کو دیکھ کر ان کا دل بڑھانے کے لئے ایسا فرمایا تھا"۔

پرویز: " شاید آپ سہو فرمارہے ہیں۔ مہاراجہ نے وعدہ نہیں کیا تھا بلکہ انت خلیفتی (تو میرا جانشین ہے) فرمایا تھا اور اگر آپ کی ہی بات کو درست مان لوں تو اتنا تو آپ بھی فرماتے ہیں کہ مہاراجہ نے واقعی ایسا نہیں فرمایا تھا بلکہ ایلیا کے بچپنے کو تسلی دی تھی اور کیا آپ کے اس فرمان سے مہاراجہ کی توہین نہیں ہوتی؟ فرض کیجئے اگر ایلیا بچہ تھے تو خود مہاراجہ تو بچہ نہ تھے۔ مہاراجہ کا یہ وعدہ اگر محض بہلاوے کے لئے تھا تو دنیا کو یہ کہنے کا حق رہے گا کہ اس بچپنے کے وعدے پر مہاراجہ ایلیا سے اپنے مشن کا کام لیتے رہے اور بیچارے ایلیا اسی وعدہ پر سب کچھ کرتے رہے یہاں تک کہ اس مشن کی فلاح و بہبود میں ان کو اکثر مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا ہے اور جب کام ہوگیا مشن کا خاصہ پروپیگنڈا ہولیا تو مہاراجہ اپنے قول سے پھر گئے اور اپنے بہادر بھائی کو جس نے ان کے مشن پر احسان کیا تھا اس کے حقوق کو فراموش کرکے چپکے سے خدا کے ہاں چلے گئے۔۔۔۔جناب صدر! آپ کی تقریر سے تو معلوم ہوتا ہے کہ

مہاراجہ مشن کا اجلاس نہیں کر رہے تھے بلکہ معاذ اللہ یہ عربی ناٹک تھا جو کھیلا جارہا تھا"

صدر: "ارے بھائی! مہاراجہ نے وعدہ کیا تھا جس وعدہ سے ایلیا کا دل بڑھا" میرے کہنے کا یہ مطلب تھا اور اسی وعدہ کو پورا کرنے کے لئے مہاراجہ مرحوم نے اپنے مرض الموت میں ایلیا کے لئے تحریر لکھنا چاہی مگر ان کی اذیت کے پیش نظر خود حاجی ابوالفتح صاحب جیسے محب صادق نے منع کیا۔

پرویز: "پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم سب مسلمانوں کا فرض تھا کہ محض مہاراجہ کے وعدہ کی بنا پر ایلیا کو اپنا امیر بناتے جبکہ اس وعدہ کو مہاراجہ کے دوسرے اقوال وافعال اور مضبوط کر رہے تھے جن جن موقعوں پر ایلیا کی سرداری، امارت اور حاکمیت وغیرہ کا مہاراجہ مرحوم نے اعلان فرمایا ہے اسے آپ حضرات مجھ سے زیادہ جانتے ہوں گے اور اگر یہ سب نہ کیا تو کم سے کم حاجی ابوالفتح صاحب کو امیر نہ بناتے اس لئے کہ انہوں نے مہاراجہ مرحوم کو آخری وقت بہت صدمہ پہنچایا"

صدر: "واہ خوب کہی! صدمہ پہنچایا یا مسرت، ارے بھائی! مہاراجہ بیمار تھے اٹھتے تحریر لکھتے تو کیا ان کو تکلیف نہ ہوتی یہ تو ابوالفتح صاحب کی محبت تھی

کہ ان کو تکلیف سے بچایا اور پھر اس کا بھی اطمینان دلایا کہ ہم گمراہ نہیں ہوں گے، کتاب موجود ہے جو رہبری کے لئے کافی ہے"

پرویز: " میں تو یہ سمجھتا ہوں اور ہر صاحب عقل میری بات کی تصدیق کرے گا کہ اگر حاجی ابوالفتح صاحب کے اس فعل سے مہاراجہ مسرور و مطمئن ہوتے تو ان کو انعام دیتے اور اگر انعام نہ بھی دیتے تو خاموش ہی رہتے۔ برہم ہو کر کبھی نہ کہتے کہ "بھاگ جاؤ یہاں سے" لڑتے ہوئے مجمع کو بھگا دینا بتاتا ہے کہ سرکار مرحوم ناخوش اور ناراض تھے۔ جناب صدر ! آپ نے اطمینان کی بھی خوب کہی بھلا مہاراجہ کو کتاب کافی ہے سے اطمینان کیونکر ہو سکتا تھا۔ ابوالفتح صاحب تو مہاراجہ کو صدمہ پر صدمہ پہنچا رہے تھے۔ مہاراجہ کتاب کے ساتھ کتاب پڑھانے والوں کا بھی پتہ دے رہے تھے مگر ان کی بات کو سُنی ان سُنی کرکے ابوالفتح صاحب اپنی الٹی منطق چلا رہے تھے۔ غضب تو یہ ہے کہ ابوالفتح صاحب نے یہاں تک جسارت کی کہ یہ کہہ دیا کہ "تپ کی وجہ سے حواس ٹھکانے نہیں ہیں"۔

صدر: " اس مجمع میں حاجی ابوالفتح صاحب خود موجود ہیں، میں ان سے گذارش کروں گا کہ وہ اس بات کا خود جواب دیدیں"۔

ابوالفتح: (غصہ میں جن کے چہرے کی سیاہی میں اور چمک پیدا ہو گئی تھی تڑپ کے بولے) حضرات! یقیناً جناب مہاراجہ مرحوم ایلیا کو اپنا جانشین معین کرنا چاہتے تھے اور اپنی زندگی میں اس بات کا انہوں نے بارہا اعلان بھی کیا اور اسی چیز کو اپنے مرض الموت میں تحریری وصیت نامہ کے طور پر لکھوانا بھی چاہتے تھے لیکن خدا کو یہ منظور ہی نہیں تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ حکومت ایک ہی خاندان کی میراث ہو جائے لہٰذا اس نے اپنا یہ کام مجھ سے لیا اور میں نے ایسا کام کیا کہ مہاراجہ مرحوم اس کے بعد تحریر نہ لکھ سکے اور غصہ میں انہوں نے ہم لوگوں کو بھگا دیا۔ مگر اس سے فرق ہی کیا پڑتا ہے ہم لوگ اپنے منصوبہ میں کامیاب رہے اس کی خوشی ہے مہاراجہ ہم لوگوں سے ناخوش گئے اس کا کچھ غم نہیں"۔

پرویز: "خدا کی مرضی کے خلاف مہاراجہ ایلیا کو اپنا جانشین بنانا چاہتے تھے اس کا تو مطلب یہ ہوا کہ خدا کچھ اور چاہتا تھا اور مہاراجہ کچھ اور کیا مہاراجہ اور خدا کی مرضی میں ٹکراؤ ہو سکتا ہے"۔

ابوالفتح: "آپ اور کچھ نہ سوچیں اصل میں ابھی تک آپ مہاراجہ کو سمجھ ہی نہیں سکے مہاراجہ کے کام دو طرح کے ہوتے تھے کچھ تو دین سے متعلق

ہوتے تھے اور کچھ دنیا سے جن امور کا تعلق دین سے ہے اس میں اللہ اور مہاراجہ میں اختلاف ناممکن تھا البتہ دنیا کے کاموں میں اختلاف ہو سکتا تھا اسی لئے میں نے ایک مرتبہ تاریخی صلح۔۔۔۔کے موقع پر سخت بحث کی تھی اس لئے میرے علاوہ اس نکتہ سے کوئی اور واقف ہی نہیں تھا"۔

پرویز: پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ مہاراجہ کے کام دو حیثیت رکھتے ہیں اور دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو کیسے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں کام دین سے متعلق ہے اور فلاں کام دنیا سے۔ کیا مہاراجہ نے کبھی اس قسم کی صراحت کی ہے؟ اگر مہاراجہ اور اللہ کی مرضیوں میں کبھی بھی ٹکراؤ ہو سکتا ہے تو پھر آخری آسمانی کتاب کی صداقت کو کون بچائے گا ؟ کیا مہاراجہ کا مشن دین ہی سے متعلق تھا اور دنیاوی امور ان کے مشن سے علیحدہ تھے اور کیا ان کی لائی ہوئی کتاب میں صرف دینی امور کا تذکرہ ہے دنیاوی باتوں کا نہیں؟ کیا مہاراجہ مرحوم کی جانشینی کا تعلق دین سے نہیں دنیا سے پھر دین دنیا میں نیابت کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے، کیا مہاراجہ مرحوم کے پہلے جتنے لوگوں نے اپنے جانشین معین کئے وہ سب دنیاوی تھے ؟

ابوالفتح: "آپ کون ہیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ آپ میری جماعت کے مخالف

ہیں اور بحث کے لئے پوری تیاری کرکے آئے ہیں۔ بخلاف آپ کے میں محض انجمن خیر الجماعت کے اراکین کی خواہش کی بناپر آگیاہوں اور پھر میرا فرض منصبی بحث نہیں ہے ورنہ میں آپ کو بحث کے لئے دوسرا وقت دیتا۔ اگر آپ کو بحث کرنی ہے تو میرے متبعین اور میرے کارناموں کو بیان کرنے والوں سے بحث کرلیں۔ فی الحال آپ اتنا سمجھ لیں کہ میرا اپنا ذاتی خیال ہے کہ جو کچھ کرتا ہے خدا کرتا ہے لہٰذا میری کامیابی بھی خدا ہی کا کام ہے"۔

ابن جمہور: جب مہاراجہ تحریر لکھنا ہی چاہتے تھے تو وہ اس وقت تو لکھ ہی سکتے تھے جب آپ لوگوں کو انہوں نے وہاں سے ہٹادیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر انہوں نے تحریر کیوں نہیں لکھی!۔

ابوالفتح: (اپنے لمبوترے سر کی طرف اشارہ کرکے) اس کھوپڑی کو معمولی نہ سمجھو، میں نے بات ہی ایسی کہہ دی تھی کہ پھر اس کے بعد مہاراجہ کچھ نہ لکھنے پر مجبور ہوگئے۔

ابن جمہور: مجبور کیوں ہوگئے؟

ابوالفتح: میں نے کہہ دیا تھا کہ بیماری کی وجہ سے دماغ قابو میں نہیں ہے ظاہر ہے کہ اب اگر وہ کچھ لکھتے اور اس کو ایلیا لیکر ہم لوگوں کو دکھاتے تو ہم

لوگ بڑی آسانی سے اس تحریر کو یہ کہہ کر کالعدم قرار دیتے کہ یہ تحریر اس وقت لکھی گئی ہے جب وہ اپنے ہوش ہی میں نہیں تھے ظاہر ہے ایسی صورت میں لکھنا نہ لکھنا دونوں برابر تھا۔

پرویز: "آپ نے بڑی جسارت کی؟"

ابوالفتح: "ہاں جسارت کی مگر جمہوریت کے لئے ۔ حضرات ! کہنے کو تو میں نے کہہ دیا کہ ان کا دماغ قابو میں نہیں مگر وہاں سے نکلنے کے بعد میں نے سینکڑوں منتیں مانیں، رات بھر دعا کرتا رہا کہ اب مہاراجہ اس مرض سے جانبر نہ ہوں"

ابن جمہور: "اس بد دعا سے آپ کو کیا ملا؟"

ابوالفتح: " تمہاری سمجھ میں جب کامن سینس کی باتیں نہیں آتیں تو خاموش رہو"

پرویز: " بہر حال آپ کو ابن جمہور کے اس سوال پر روشنی ڈالئے "

ابوالفتح: "بات یہ تھی کہ اگر مہاراجہ صحت یاب ہو جاتے تو اس گستاخی اور جسارت کے بعد مجھے بہت سخت سزا دیتے اور پھر ان کے مشن میں میرے

لئے کوئی جگہ باقی نہ رہ جاتی"

پرویز: " شاید اسی لئے آپ کے ماننے والے اور جاننے والے مہاراجہ مرحوم کے انتقال اور "وصال "کے بعد اس غم کی تاریخ میں بجائے غم والم کے خوشی اور مسرت مناتے ہیں، اس لئے کہ وہ آپ کی سیرت کے پابند ہیں"

ابوالفتح: "ظاہر سی بات ہے غم وہ کرے جس کے ہاتھ سے حکومت واقتدار چھینا گیا ہو وہ کیوں غم منائے جس کو حکومت اور ریاست ملی ہو"

پرویز: "جب آپ مہاراجہ کے دشمن ثابت ہوگئے تو آپ کو مسلمان، ان کا جانشین کیوں بنائیں؟"

ابوالفتح: "پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حکومت مہاراجہ مرحوم کی نہیں ہے بلکہ "جماعت حکومت" کی حاصل کردہ ہے لہٰذا آپ کی اطلاع کے لئے کہتا ہوں اس مملکت کے پہلے بادشاہ تھے، حضرت سرابوالبقااور اب صحیح معنوں میں ابوالبقا کا جانشین میں ہوں، مہاراجہ مرحوم کے نام کا لیبل اس لئے لگا رکھا ہے تاکہ دوسری قومیں جو مرعوب ہوچکی ہیں پھر نہ سر اٹھائیں اور اپنے سادہ لوح عوام بھی مطمئن رہیں، ابوالبقا کا آپ پر یا مجھ پر کوئی احسان نہیں ہے کہ انہوں نے اپنا جانشین مجھے معین کردیا ان کو تو مجبوراً اپنا جانشین مجھے بنانا تھا اس لئے کہ

میں نے "جور کانفرنس" میں ان کے ہاتھوں پر اس ملی بھگت کے ماتحت بیعت کی تھی کہ وہ اپنے بعد مجھے اپنا جانشین نامزد کر دیں گے"

پرویز: (مجمع کی طرف مڑ کر کے) "خدا تم لوگوں کا ستیاناس کرے ایسے بے ایمان انسان کو تم لوگوں نے امیر المسلمین بنا رکھا ہے جو مہاراجہ کو اپنے جیسا معمولی آدمی سمجھتا ہو آخر تم لوگوں کی غیرت کو کیا ہو گیا ہے؟"

صدر: دھیرج پرویز دھیرج! تمہاری باتوں کا یہاں کوئی جواب نہیں دے گا اس لئے کہ تمہارے علاوہ اس حمام میں سب ننگے ہیں۔

پرویز: "یہ اسلامی حکومت نہیں بلکہ شیطانی راج ہے"

صدر: (مسکراتے ہوئے) " میاں پرویز غصہ تھوک دو تم کہتے رہو کہ یہ اسلامی حکومت نہیں ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ یہ شیطانی راج ہے مگر اس شیطانی حکومت کی بوتل پر لیبل اسلام کا اور مال شیطان کا ہے۔ عوام لیبل دیکھتے ہیں مال نہیں۔ اگر زحمت نہ ہو تو اب مجھے پہچانو میں ہوں دنیا کی عظیم مخلوق شیطان اور۔۔۔ اس اسلامی جلسہ کی صدارت شیطان اعظم کر رہا ہے" ہاں وہی شیطان بقول اقبال " جس کے خون نے قصہ آدم کو رنگین کر دیا"۔

ابوالفتح: (**صدر کی طرف مخاطب ہو کر**) "چچاجان کیا پرویز صاحب کا تعلق ہماری جماعت سے نہیں ہے؟"

صدر: "نہیں چچا! یہ تو ایک پکا رافضی ہے"

پرویز: "تم دونوں یہ تو سمجھادو کہ ابوالفتح شیطان کا چچا ہے یا شیطان ابوالفتح کا۔۔؟"

شیطان: "کیسے سمجھایا جائے جبکہ ابھی تک یہی طے نہیں پایا کہ شیطنت میں، میں آگے ہوں یا یہ۔ لہٰذا میں ان کو چچا کہتا ہوں اور یہ مجھے"۔

انٹرویو نمبر۸

پرویز: تم نے واقعی زبردست غلطی کی تھی ۔ تمہاری اس حرکت پر مجمع مشتعل ہوگیا تھا۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں تم کو یہ لوگ تکا بوٹی نہ بنادیں۔ شیطان نے ہاتھ ہلاتے ہوئے ہمدردانہ لہجہ میں اپنی محبت کااظہار کیا۔

پرویز: مر گئے تکا بوٹی کرنے والے ۔میاں شیطان جاؤ اپنا کام کرو۔ ان روباہ صفتوں کی بہادری ہمیں معلوم ہے۔تم یقین کرو یہ سب میرا بال تک تو بیکا کر نہیں سکتے۔

شیطان: اچھا تیس مار خاں۔یہ بات ہے !۔

پرویز: زبان سنبھال کے ،تم خود ہوگے تیس مار خاں ۔بیس مار خاں۔ دس مار خاں وغیرہ۔

شیطان: کیا بات ہےآج میرے شیر کو غصہ بہت ہے۔

پرویز: پھر تم نے غلط کہا۔ بھلا میں تمہارا شیر کیسے ہوا ؟ خلاف تہذیب

بات نہ کیا کرو۔ یہ تیس مار خاں کیا چیز ہے؟

شیطان : اس پر بگڑے ہو۔ اچھا بھائی خان نہیں۔ بس تو خوش ہو۔

پرویز : کیا تمہارے دماغ میں الّو نے انڈے دیئے ہیں؟ ابلیس صاحب، تیس مار خاں، بزدل کو کہتے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ ہمارے یہاں کوئی بزدل آج تک پیدا نہیں ہوا۔

شیطان : اب زیادہ دن کی نہ لو۔ وقت پڑے گا تو کرتے پائجامہ کا ہوش نہیں رہ جائے گا۔

پرویز : ایک دو بار نہیں ہزاروں مرتبہ ہم نے ان امتحانی راہوں کو سر کیا ہے لیکن بحمد للہ خوف وہراس کا کوسوں پتہ نہ تھا البتہ ہمارے شیر نما گدھوں کو ایسے مواقع پر کرتے اور تہمد کا ہوش نہیں رہ جاتا وہ تمہارے مٹی کے شیر ہیں جو گھر کے دروازے بند کر کے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہیں۔ وہ تمہارے ’’سکیا پہلوان‘‘ ہیں جن کے مزار پر عورتیں قہقہہ کرتی اور طعن زن ہوتی ہیں کہ

آخر ش یوں بھاگ نکلے ہوش پاؤ سر نہیں

شیطان : اچھا شیروں کے شیر آؤ ہمّت ہو تو ہامان پلیس چلو۔

''چلو'' پرویز نے جواب دیا۔ مگر رحم کر کے آپ بجائے مسٹر ہامان حضرت ہامان کہیئے گا۔ شیطان نے پرویز سے لجاجت سے کہا: ''بہتر ہے'' پھر دونوں ہامان پلیس کی طرف روانہ ہو گئے۔

ہامان پلیس کے صدر گیٹ سے گذر کر یہ لوگ بائیں طرف مڑ گئے۔ وسیع ہال نما کمرہ جس میں مسٹر ہامان ارباب حکومت اور چند دیگر شہر کے سر برآوردہ حضرات سے خوش گپیاں کر رہے تھے۔ ہم لوگ حضرت ہامان سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔ پرویز نے سنتری سے کہا۔ سنتری نے پوچھا کہ آپ لوگ کون ہیں؟ کیوں آئے ہیں؟ یہ بتا سکتے ہیں؟

''صاحب میں معذور ہوں آپ اندر نہیں جا سکتے''

''مگر ہم لوگ یہ نہیں کہتے کہ تم ہم لوگوں کو گود میں اٹھا کر اندر پہنچا دو۔ ''دروازے سے ہٹو ہم لوگ خود ہی اندر چلے جائیں گے۔

''صاحبان'' میں نے عرض کیا نا کہ میں اندر نہیں جانے دوں گا۔ جب تک کہ آپ اپنا تعارف نہ کرائیں۔

تم سمجھتے نہیں، در اصل جب میں اپنا تعارف کراتا ہوں تو مجھے درد سر

ہونے لگتا ہے اور یہ جو میرے ساتھی ہیں نا ان کے پیٹ میں مروڑ پیدا ہونے لگتا ہے بالکل پیچش والا مروڑ۔

''یہ ہامان پلیس ہے'' مذاق کہیں اور کیجئے گا سمتری قدرے بلند آواز میں بولا۔

''خیر یہ تو مجھے معوم ہے کہ یہ ہامان پلیس ہے ورنہ آتا ہی کیوں ؟ پرویز بدستور بولتا ہی رہا تمہاری اطلاع کے لئے کہنا ہی پڑتا ہے کہ میں تو مذاق صرف اپنی سسرال میں کرتا ہوں اور کہیں نہیں۔

آپ لوگ ہوش میں ہیں یا نہیں ؟ سنتری پھر چیخا۔

کیا یہاں کے دستور العمل میں یہ ہے کہ ملاقاتیوں کو ہوش میں رہنا ضروری ہے چاہے مسٹر ہامان بوتلوں پر بوتلیں خالی کریں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ شیطان نے پرویز کا ہاتھ ہلکے سے دبا کر کہا۔ کیوں لڑنے مرنے پر تیار ہو؟

دیکھو سنتری ! ہمارے ساتھی حافظ یہ حافظ جی فرما رہے ہیں کہ اگر دنیا ہوش میں ہوتی تو حضرت ہامان کبھی پور ریاست کے حاکم نہ ہوتے۔ پرویز بالکل سفید جھوٹ بول گیا۔ سنتری نے جواباً کہا: آپ لوگ بکتے رہیے میں اندر تو جانے نہیں دوں گا۔

پرویز نے پلٹ کر شیطان کو دیکھا جو نہایت معصومیت سے بوڑھی پلکوں کو بندروں کی طرح چپکا رہا تھا ''ہوں ہوں'' کہہ کر پرویز سنتری کی طرف نہایت اطمینان سے بڑھا۔

''کیا ارادہ ہے؟ سنتری نے پوچھا۔

''اندر جاؤں گا''

'' نہیں اور ہرگز نہیں جا سکتے ''

تمہارے فرشتے نہیں روک سکتے

تو یاد رکھو تم صرف میری لاش پر سے ہی گذر کر جا سکتے ہو۔ سنتری نے کہا۔ بہادرانہ تیور کے ساتھ للکارا۔ سنتری جواب کا انتظار کر رہا تھا کہ یکایک پرویز کے فوری گھونسے اس پر بجلی کی سی سرعت کے ساتھ برسنے لگے اور دیکھتے دیکھتے سنتری بے ہوش ہو گیا۔

''ارے تم نے یہ کیا کیا'' ؟ شیطان نے خوف زدہ ہو کر پوچھا۔ ''اس کی لاش پر سے گذر کر اندر جانا ہے'' پرویز نے تمسخرانہ جواب دیا۔

اب کیا ہو گا؟

رکو میں اس کا علاج کرتا ہوں۔یہ کہہ کر اس نے شیطان کے صافہ میں سے گز بھر کپڑا پھاڑ کر نکالا کچھ اس کے منہ میں ٹھوسا اور باقی سے اس کے ہاتھ اور پاؤں باندھ کر دروازے پر چھوڑ دیا۔"اور شیطان سے بولا" تم چند منٹ رک کر آنا تاکہ یہ نہ معلوم ہو کہ ہم دونوں ساتھ ہی آئے تھے" یہ کہہ کر پرویز ایک چھوٹی سی ڈیوڑھی طے کرکے اس حال میں آگیا جہاں مسٹر ہامان وغیرہ براجمان تھے پانچ منٹ بعد شیطان بھی پہنچا اور پورا مجمع اٹھ کھڑا ہوا۔آیئے آیئے حاجی صاحب آج تو آپ نے کافی تاخیر کی "ہامان صاحب نے اپنے پہلو میں جگہ دیتے ہوئے کہا۔

ابن ابی قاش صاحب نے فرمایا کہ "خیر صاحب خدا کا شکر ہے کہ ہم لوگوں نے حاجی ابوالفتح صاحب کی تمنّاؤں کی لاج رکھ لی"۔

"یہ کیسے"؟ حاجی صاحب (شیطان) نے پوچھا۔

"ارے واہ، یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے ظاہر ہے کہ آنجہانی ابوالفتح صاحب کی دلی تمنّا یہ تھی کہ حضرت ہامان صاحب ہی منتخب ہوں، وہی ہوا۔"

غلط تمنّا تو یہ تھی کہ کسی طرح ایلیا قتل کر دیئے جائیں، جو آپ لوگوں سے نہ ہو سکا" پرویز درمیان میں بول پڑا اور بولتا ہی رہا"اس لئے کہ ابوالفتح

صاحب کی تمنّا تھی کہ مہاراجہ کا مشن ختم ہو جائے اور مشن تب تک ختم نہیں ہو گا جب تک ایلیا باحیات ہیں"۔

"آپ کی تعریف۔؟" ایک صاحب نے پوچھا پرویز نے دیکھا کہ وہ گاؤ تکیہ کا سہارا لیے نیم دراز ،گاڑھے کا کرتہ زیب تن لنگوٹ کے اوپر لنگی پہنے سر پر بھاگل پوری مارکہ سنگھی کے کپڑے کی میلی پگڑی گجراتی ڈنگ کی باندھے تنگ پیشانی کرنجی اور چھوٹی آنکھیں اس میں کیچڑ کے علاوہ آدھ چھٹانک بڑھیا کا انجن معلوم ہوتا تھا کہ بریلی لٹ گئ چھوٹی مگر پھولی ناک مونچھوں کے ساتھ بھنویں بھی غائب تکمی مگر سینہ تک دراز نعشلی داڑھی ۔بڑا دہانہ آگے کے چار دانت غائب کوتاہ گردن، یہ ہیں پرانی جمہوریت کے نئے صدر حضرت ہامان۔

"یہ تو وہی ہیں کل والے !"ابن آف ۔

"کل والے کون ؟" ابن جمہور نے پوچھا۔

"جناب عالی میں خود اپنا تعارف کرواتا ہوں" پرویز نے اپنا تعارف کروایا۔ "میں ایک ہندی مسلمان ہوں سیر و تفریح اپنا مشغلہ ہے میرے دشمنوں کا منہ کالا ہے۔آپ کی تعریفیں سن کر اشتیاق زیارت میں یہاں چلا آیا"

''ع۔۔۔غع۔۔۔۔غ۔۔۔ض۔۔۔ب۔ یعنی کہ غضب ہو گیا'' ابن ابی قاش نے تھوک نگلتے ہوئے شور مچایا

''کیا ہوا کیا ہوا''؟ پورے دربار میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ ابن ابی قاش نے سانس لے لے کر بولتے ہوئے شور مچایا۔

''ارے۔۔۔۔وہ۔۔۔۔یعنی۔۔۔۔سن۔۔۔تری۔۔۔بے ہوش۔۔۔پڑا ہے۔'' جلدی جلدی کچھ لوگ اس کو اٹھا کر مسٹر ہامان کے روبرو لائے منہ میں سے کپڑا نکالا گیا ہاتھوں اور پیروں کی چٹیں کھولی گئ۔ پانی کی چھینٹے دے کر اس کو ہوش میں لایا گیا۔

ہامان: کیوں جی! یہ تمہیں کیا ہوا؟

سنتری: (پرویز اور شیطان کی طرف اشارہ کرکے) ان دونوں آدمیوں نے میری یہ حالت بنائی تھی۔

ہامان: (استعجاب و حیرت سے پرویز اور شیطان (حاجی صاحب) کو دیکھ کر) کیا آپ لوگوں نے ایسا کیا تھا؟

حاجی (شیطان) کیا آپ اس کو صحیح مان سکتے ہیں؟

ہامان: نہیں ہر گز نہیں۔ دراصل یہ بے ہوشی سے اٹھا ہے اس لئے ابھی اس کا دماغ کام نہیں کر رہا ہے۔

سنتری: میں بالکل ہوش میں ہوں سرکار۔

ہامان: خیر خیر آرام کرو تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔

پرویز: حضرت ایک چیز سمجھنے کی ہے اور وہ یہ کہ جس کپڑے سے اس کے ہاتھ اور پیر باندھے گئے تھے اور جو اس کے منہ میں ٹھوسا گیا تھا یہ کپڑا حاجی صاحب (شیطان) کے صافہ ہی کا معلوم ہوتا ہے۔اس کی تحقیق ضروری ہے۔

شیطان: صدر مملکت یہ ٹھیک کہتے ہیں مگر اس کو زدو کوب انہوں نے ہی کیا ہے اور ان ہی نے میرے صافہ سے چٹیں کلالیں تھیں۔

ہامان: (پرویز کو گھور کر) کیوں ؟

پرویز: میں انصاف چاہتا ہوں۔ سوچئیے اگر یہ جرم میں نے کیا ہوتا تو اس امر کا انکشاف میں کیوں کرتا؟ آپ نے تو مقدمہ خارج ہی کر دیا تھا دوسرے یہ بھی تو سوچئے کہ صافہ حاجی صاحب (شیطان) کا اور چٹیں میں نے نکالی۔ یہ کیسے ممکن ہے ؟ تیسرے یہ میرے بعد آئے ہیں دربار والے اور خود آپ اس

کے چشم دید گواہ ہیں۔

ہامان: اگرچہ دلیل کے اعتبار سے تم درست کہہ رہے ہو اور حق یقیناً تمہاری طرف ہے مگر چونکہ حاجی صاحب (شیطان) ایک مقدس اور شہر کے معزز آدمی ہونے کے علاوہ مہاراجہ کی نورانی صحبت سے مشرف ہیں۔ اس لئے ان کے بیان کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

پرویز: آپ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کیجئے جب میرا بیان متعدد اور حق میری طرف ہے تو حاجی صاحب کے بیان پر اعتماد کی وجہ۔

ہامان: یہ بزرگ ہیں مہاراجہ کے ساتھ رہے ہیں ان کے ہمنوا رہے ہیں انہیں کیسے جھٹلایا جا سکتا ہے؟

پرویز: مہاراجہ کے ساتھ رہنے والے اگر سب کے سب لائق اعتبار ہیں تو پھر ابلیس کا کیا قصور؟ وہ بھی تو اللہ کا درباری تھا۔ مجھ سے بہتر آپ کو معلوم ہے کہ ہمنوا ہونا اور ہے اور ہم نوالہ ہونا اور ہے ہم مہاراجہ کے ہم نوالہ کو ہر گز ان کا ہمنوا نہیں تسلیم کر سکتے۔

ابن ابی قاش: فرض کر لیجئے کہ حاجی صاحب (شیطان) ہی نے زود و کوب

کیا تو کیا خرابی ہے سمجھ لیجئے کہ ان سے خطائے اجتہادی ہو گئی۔

پرویز: اپنے گنہگاروں اور مجرموں کو بچانے کے لئے آپ لوگوں نے خطائے اجتہادی کا ایک ایسا ٹوٹکہ ایجاد کر لیا ہے جس کو عقل سے کوئی تعلق نہیں۔

ہامان: اچھا بھائی میں خزانہ سے کچھ دے دلا کر سنتری کو راضی کر لیتا ہوں۔ آپ دونوں آدمی اس سے بری ہیں۔

پرویز: آپ کو کیا حق ہے کہ سرکاری خزانہ سے اس رقم دیجئے جب کہ سرکاری خزانہ اس کا قطعی زمہ دار نہیں۔

ہامان: میں اپنے اختیار خصوصی کو کام میں لاؤں گا۔

حاجی (شیطان) ٹھیک ہے یہ صورت اچھی نکل آئی۔

پرویز: ''امور مملکت خویش خسروان دانند'' ۔ ہاں یہ بتایئے یہ سنتری کون ہے۔ اس کی شکل تو اس آدمی سے بالکل ملتی جلتی ہے اس کے باپ کو مہاراجہ مرحوم نے کچھی پور کے دیش نکالا لنے کی سزا میں کالے پانی بھیج دیا تھا اور ان دونوں باپ بیٹوں پر لعنت فرمائی تھی۔

ابن ابی قاش: ہاں ہاں یہ وہی ہے نادرم۔

پرویز: یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

ہامان: ہاں میں نے بلایا ہے۔

پرویز: آپ نے مہاراجہ اور اپنے سے پہلے دونوں حکمرانوں کی مخالفت کیوں کی؟۔

ہامان: میں نے ان لوگوں کی واپسی کے لئے مہاراجہ سے خصوصی اجازت نامہ لیا تھا۔

پرویز: آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے؟

ہامان: میری ذات خود ثبوت ہے۔ مستند ہے میرا فرمایا ہوا۔

پرویز: توآپ نے انہیں اپنے اختیارات خصوصی یا خصوصی اجازت نامہ پر اس سے پہلے کیوں نہ عمل کیا؟۔

ہامان: نہیں کیا۔ تم سے مطلب؟

پرویز: آپ پرانی جمہوریت کے سربراہ ضرور ہوگئے ہیں لیکن یہ نہ بھولئے کہ جن لوگوں نے آپ کو صدر بنایا ہے وہ لوگ آپ کو گدی سے اتار بھی سکتے ہیں۔

ہامان: کس کی مجال ہے مجھے اس جگہ سے کوئی نہیں ہٹا سکتا۔

پرویز: گویا اپنے خیال میں آپ ایک خودسر حاکم اور ڈکٹیٹر ہیں۔

ہامان: میں یہ تو نہیں کہہ سکتا مگر یہ ضرور ہے کہ میری سمجھ میں جو آئے گا وہی کروں گا۔

انٹرویو نمبر۹

پرویز: تم نے مادر ملت کو ہامان کے خلاف کیوں ابھارا؟

شیطان: میں شیطان ہوں۔ میرا کام ہی ہے فتنہ و فساد۔ جو کام کیا ہے اسی سے اتنا عظیم فتنہ پیدا ہو گا کہ ایک زمانہ تماشہ دیکھے گا۔

پرویز: تم نے رخصت ہوتے وقت مادر ملت کو سلام کے بجائے گڈ بائے۔ اوکے، ٹاٹا وغیرہ کیوں کہا؟

شیطان: اگر میں سلام کر کے رخصت ہوتا تو مادر ملت مجھ کو آخر تک فخرو کی اماں ہی سمجھتی رہتیں۔اس طرح رخصت ہو کر میں نے انہیں آگاہ کر دیا کہ میں شیطان ہوں۔

پرویز: چلو قصہ پاک! میں نے انہیں بتا دیا کہ میں فخرو کی اماں نہیں بلکہ شیطان ہوں، ممکن تھا فخرو کی اماں کی باتوں کو وہ کسی بھی وجہ سے نظر انداز کر جاتیں لیکن جب ان کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ میرا حکم ہے تو اب کسی قیمت پر وہ میرے حکم کو نظر انداز نہیں کر سکتیں۔

اسی طرح باتیں کرتے ہوئے یہ دونوں ہامان پلیس بدعت روڈ تک آگئے۔ ہامان پلیس کے پھاٹک پر کچھ لوگ کھڑے تھے۔ اور اندر ہامان اور اصدق چیخ چیخ کر باتیں کر رہے تھے۔

تم پر خدا کی مار ہو۔ ہامان ! تم تو میرے ساتھ ظالم بادشاہوں جیسا سلوک کر رہے ہو۔ تم مہاراجہ مرحوم اور ابوالبقا اور ابوالفتح کے راستوں کو بھی قطعی بھول گئے۔

میں کچھ نہیں جانتا تم میرے شہر سے نکل جاؤ۔

میں خود اب تمہارے شہر میں رہنا نہیں چاہتا۔ بتاؤ کہاں چلا جاؤں ؟

جہاں تمہارا جی چاہے۔

ماش چلا جاؤں — جو سرزمین جہاد ہے ماش سے تو میں نے تم کو بلایا ہے اب وہاں پھر بھیج دوں تا کہ میرے دشمنوں کو میرے خلاف ابھارو۔

تو کیا میں قارع چلا جاؤں ؟

نہیں ——

تم مجھے قارع کیوں نہیں جانے دیتے؟

وہاں بھی مجھے تمہاری تبلیغ سے خطرہ ہے۔

ملک رحم کو ہجرت کر جاؤں۔

نہیں وہاں بھی نہیں۔

تو پھر کہاں جاؤں؟

تم ہذبر چلے جاؤاور اس کے بعد ہامان نے پورے شہر میں منادی کرادی کہ کوئی اصدق سے کلام نہ کرے اور نہ انہیں رخصت کرنے کے لئے اپنے گھر سے باہر نکلے اور اپنے چہیتے داماد نادرم سے کہا کہ تم اصدق کو شہر سے باہر نکال آؤ۔ غریب اصدق نے مہاراجہ مرحوم کی قبر کی طرف نظر حسرت سے دیکھ کر سلام کیا اور ایک نئے عظم و استقلال کے ساتھ کچھی پور کی عظیم اور مقدس آبادی کو خدا حافظ کہہ کر روانہ ہوگئے۔ پرویز نے دیکھا کہ اصدق جیسے سچے مسلمان کو رخصت کرنے ہامان کے خوف سے کوئی برآمد نہ ہوا۔ البتہ بہادر ایلیا ان کے بھائی دونوں نور نظر اور ابن یاسر ہامان کی سخت اور شدید مخالفت کے باوجود اصدق کو رخصت کرنے آئے۔ جب ایلیا کے بڑے فرزند

شہزادہ صلح اصدق سے گفتگو کرنے لگے تو نادرم نے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہامان نے ان سے گفتگو کرنے کو منع کیا ہے اگر پہلے نہیں جانتے تھے تو اب جان لو۔ ایلیا نے کوڑا اٹھا کر نادرم کے ناقہ کے دونوں کانوں کے درمیان مارا اور فرمایا: ”خدا تجھے واصل جہنم کرے“

نادرم کے دیوتا کوچ کر گئے۔ بھلا وہ لومڑی کی اولاد کیا جواب دیتا ایلیا کو۔ وہاں سے بھاگا ہوا ہامان کے پاس آیا اور اس واقعہ کی اطلاع کی۔ادھر سب حضرات نے یکے بعد دیگرے اصدق کو با چشم گریاں و دل بریاں رخصت کیا۔جب ایلیا اصدق کو رخصت کرکے شہر پلٹے تو ہامان نے کہا: ”آپ نے نادرم پر کیوں زیادتی کی؟ میرے قاصد کو کیوں روکا اور میرے حکم کی کیوں توہین کی؟

ایلیا: تمہارے قاصد نے روکنا چاہا اس لئے میں نے مارا۔ رہ گیا تمہارا حکم تو میں نے اس کی اہانت نہیں کی۔

ہامان: کیا آپ نے سنا نہیں تھا کہ میں نے اصدق سے گفتگو اور ان کو رخصت کرنے سے منع کیا ہے؟

ایلیا: کیا تم اگر خدا کی نافرمانی کا بھی حکم دو گے تو ہمارے لئے اس کی اطاعت

کرنا ضروری ہے؟

ہامان: اچھا نادرم کو ہرجانہ ادا کیجیے۔

ایلیا: کس بات کا؟

ہامان: آپ نے اس کو برا کہا اور اس کی سواری کو کوڑا مارا۔

ایلیا: اس کی سواری کے بدلے میں میری سواری موجود ہے اگر میں نے اس کی سواری کو کوڑا مارا تو وہ بھی میری سواری کو کوڑا مارے، رہ گیا یہ کہ وہ مجھے برا کہے تو یاد رکھو اگر ایک لفظ بھی وہ مجھے برا کہے گا تو میں اسے کچھ نہ کہوں گا بلکہ ویسا ہی برا تم کو کہوں گا اور میں تم کو برا کہنے میں جھوٹ بھی نہ بولوں گا جو کہوں گا سچ ہی کہوں گا۔

ہامان: (غصہ سے بے قابو ہو کر) نادرم آپ کو برا کیوں نہیں کہہ سکتا؟ آپ میرے نزدیک نادرم سے افضل نہیں۔

ایلیا: تم میرے لئے ایسا کہتے ہو اور نادرم چھپکلی چھپکلی کی اولاد سے میرا مقابلہ کرتے ہو۔ خدا کی قسم میں تم سے بہتر ہوں۔ میرے باپ تیرے باپ سے افضل تھے اور میری ماں تیری ماں سے افضل تھیں۔

پرویز نے شیطان سے پوچھا کہ میں سمجھ نہیں سکا کہ اگر ایلیا ہامان کو برا کہیں تو سچ ہوگا اور ہامان ایلیا کو برا کہے تو غلط ہوگا۔ اس کا کیا مطلب ہوا اور اس بات میں صداقت بھی کچھ ضرور پائی جاتی ہے ورنہ ہامان انکار ضرور کرتا۔

''پرویز صاحب ! میری شیطنت جو گل بھی کھلا دے کم ہے ورنہ ایلیا کا مقابلہ تو آسمانوں کے ملک اور زمینوں پر آنے والے سارے اولیاء و انبیاء بھی نہیں کر سکتے۔ اس بدبودار ہامان اور اس کے داماد نادرم کی کیا حیثیت تھی یہ ہامان اور نادرم جس خاندان سے ہیں ان کا مورث اعلیٰ عمیہ بڑا ہی سفلہ اور کمینہ تھا۔ اس قدر بدکردار تھا کہ جس کا جواب تاریخ سلطنت پیش نہیں کر سکتی۔ اس عمیہ نے اپنے جیتے جی اپنی بیوی اپنے بیٹے امر کو بیاہ دی اور اس سے ابو طیم پیدا ہوا۔ ''اونہ اونہ آخ تھوہ—'' پرویز نے برا سا منہ بنایا۔

پرویز ! سوچو میں نے حق سے ٹکرانے کے لئے کیسے کیسے تخم حرام انسانوں کو اکٹھا کیا ہے۔ ایسے لوگوں پر مہاراجہ مرحوم تو کیا اگر خود اللہ تعالیٰ ان کے سامنے ہدایت کے لئے آجائے جب بھی یہ ایمان نہیں قبول کر سکتے اور ان کی شقاوت قلبی میں ذرہ برابر کمی نہیں ہو سکتی خیر تو سمجھو عمیہ، امر اور ابو طیم جیسے بدکردار و ناہنجار و سفلہ و کمینہ لوگوں کی یادگار ہے اور ہامان انھیں منحوس

روحوں کا چشم و چراغ ہے۔اب اگر ان کے لئے ایلیا کچھ کہیں تو غلط کیسے ہوگا"۔ ابھی شیطان اتنا کہہ پایا تھا کہ پرویز چیخا "ارے ہامان پلیس پر اتنی بھیڑ کیوں ہے؟اور یہ شور کیسا ہو رہا ہے؟"

"بس بہت جلد کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے اس لئے کہ نہ ہامان اپنا طریق کار بدلے گا نہ مظلوموں کی داد رسی ہوگی نہ ان ستم رسیدہ لوگوں کا غم و غصہ کم ہوگا۔ پھر میں نے ایک گل مادر ملت کی مخالفت کا بھی کھلا دیا ہے" کہتا ہوا شیطان اسی جانب تیزی سے بڑھا۔پرویز اس کے پیچھے پیچھے لپکا۔

وہاں پہنچ کر پرویز نے دیکھا ہر صب ہفوک اور رصم کے شہروں اور صوبوں کے لوگ مع اپنے قائدوں کے اپنے جائز مطالبات کو پیش کر رہے ہیں۔ مظلوم قائدوں نے ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دیا اور ان لوگوں نے طے کر لیا تھا کہ آج یا مطالبات منظور ہوں گے یا ہامان کو تخت سے اتار کر چھوڑیں گے۔ مادام للیتا کے غنڈوں کے نارے سرد پڑ چکے تھے یا وہ کسی اور دوسری کاروائی میں مشغول تھے اس لئے کہ یہاں جن لوگوں کا مجمع تھا وہ خالص دیندار مامن کامل اور مظلوم تھے۔ان کی مانگیں اور مطالبات مبنی بر عدل و انصاف تھے ان سب مطالبات میں سے ایک مطالبہ بہت بموقع تھا اور وہ یہ کہ ہامان

نے اپنے برے کردار اور ناہنجار خاندان والوں کو جو حکومت کے کلیدی عہدوں پر مامور کر رکھا ہے یہ غلط ہے۔ لہٰذا ان اوباش لوگوں کو ہٹا کر جلیل القدر مسلمانوں اور مہاراجہ کے نیک دل ساتھیوں کو ان عہدوں پر فائز کیا جائے۔ مظلوموں نے ہامان پلیس کا محاصرہ کر لیا۔ ہامان کے ہوش پراں اور دیوتا کوچ کر گئے ایسے میں ایلیا کے علاوہ مشکل کشائی کا فریضہ کون انجام دی سکتا تھا۔ مجبوراً ہامان نے ایلیا کو اطلاع دی اور وعدہ کیا کہ۔ ''آپ ان لوگوں کو سمجھا بجھا کر رخصت کر دیں میں ان کے مطالبات پورے کروں گا'' چنانچہ ایلیا ان لوگوں کے لیڈروں اور سرداروں سے ملے ان سے وعدہ کیا کہ وہ لوگ واپس جائیں ان کے مطالبات منظور کئے جائیں گے''۔ دیندار مظلوموں نے ایلیا کے سمجھانے سے محاصرہ اٹھالیا اور کچھی پور کے بارونق شہر سے یہ مجمع آہستہ آہستہ واپس جانے لگا۔ ہامان نے اطمینان کی سانس لی اور خفیہ میٹنگ فوراً طلب کر لی۔ میٹنگ میں یہ طے پایا کہ وفود کے لیڈروں کو خصوصاً ابوالبقا کے جو دیندار فرزند ہماری حکومت کے باغی ہیں ان کو فوراً قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ ایک خط لکھا گیا جس کا مضمون یہ تھا:

ابن ابی مرخ کے نام ہامان صدر مملکت کی طرف سے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جب یہ (باغی) لوگ رحم واپس پہنچیں تو فلاں فلاں کو جان سے مارو

اور فلاں فلاں کو سخت سے سخت سزائیں دو اور تم جس طرح کام کرتے ہو اسی طرح کام کرو۔ فقط والسلام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہامان (مہر)

جب یہ لوگ مقام سمع پر پہنچیں تو انہیں ایک شتر سوار نظر پڑا جو کچھی پور کی طرف سے رحم کی طرف جارہا تھا۔ عام شاہراہ سے ہٹ کر بڑی تیزی سے جانے کی وجہ سے ان لوگوں کو اس شتر سوار پر کچھ شبہ ہوا چنانچہ ابن ابو البقا نے حکم دیا کہ اس آدمی کو گرفتار کرلو۔ جب اس کی تلاشی لی گئ تو اس کے لوٹے کے دہانے یا اس کی پگڑی کے پیچ سے خط برآمد ہوا اس خط کے مضمون نے آگ پر پیٹرول کا کام کیا، جذبات برانگیختہ ہو گئے اور یہ لوگ پھر پلٹ پڑے۔ ان لوگوں نے کچھی پور کی جامع مسجد میں قیام کیا اور طے کر لیا کہ یا تو ہامان کو تخت چھوڑنا ہوگا یا پھر جان سے ہاتھ دھونا ہوگا۔ یہ لوگ تمام شہر کے سر برآوردہ لوگوں سے ہامان اور ان کے عمال کے مظالم بیان کرتے اور ہامان کے پاس اس کالے کرتوت کو دکھاتے۔ ان لوگوں نے ہامان پلیس کا محاصرہ کرلیا اور ہامان سے تخت سے دست بردار ہونے کا شدت سے مطالبہ کیا۔ایسے نازک وقت میں نادرم کی حرکت نے ان مظلوموں کے غصہ میں مزید اضافہ کیا۔ نادرم ہامان پلیس سے جھانک کر کہنے لگا: یہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کیا تم لوگ ہمیں لوٹنے آئے ہو تمہارے منہ کالے ہوں۔ کیا تم سب اس لئے آئے ہو

کہ ہماری حکومت چھین لو۔ بھاگو یہاں سے۔

غصہ سے بیتاب مسلمانوں کے دل میں نادرم کے ان جملوں نے اور آگ لگا دی۔ چنانچہ ان لوگوں نے محاصرہ میں اور سختی کردی اور طے کر لیا اب ہامان کو قتل ہی کر کے دم لیں گے۔ ایلیا کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی اور ہامان نے عرض کی کہ آپ ان لوگوں کو پھر سمجھائیں تو آپ بپھرے ہوئے ہامان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: کیا تم نادرم سے تب ہی خوش ہوگے اور وہ تم سے اسی وقت راضی ہوگا جب وہ تمہارا دین فاسد اور تمہاری عقل کو زائل کر دے گا۔ خدا کی قسم نادرم نہ تو اپنے دین میں سوچنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور نہ اپنے نفس ہی کے متعلق یہ تم کو ایسے حادثہ سے دوچار کرے گا جس سے نکالنے پر وہ خود قادر نہ ہوگا۔ آج کے دن کے بعد کبھی میں تم سے شکوہ شکایت کرنے نہیں آوں گا۔ تم نے اپنی عزت خاک میں ملا دی اور بالکل کٹھ پتلی بن کر رہ گئے ہو۔

یہ سب ہو گیا مگر جیسے واقعی ہامان کی عقل سلب ہو گئی تھی کہ وہ نادرم کی کسی قیمت پر اپنے سے جدا کرنے پر تیار نہیں ہوئے ورنہ ممکن تھا کہ ہامان سے فی الحال عذاب ہٹ جاتا اس لئے کہ جب مسلمانوں نے وہ خط دکھا کر پوچھا

کہ تم نے ایسی کمینہ حرکت کیوں کی؟ تو ہامان نے بالا خانہ کے جھرونکے سے آواز دی کہ میں نے نہیں بلکہ نادرم نے لکھا ہے لوگوں نے کہا: مگر مہر تو اس پر تمہاری ہے !۔ اس کا کوئی جواب ہامان نے نہیں دیا۔ لوگوں نے کہا: اگر تم اس حرکت سے بری ہو تو پھر نادرم کو ہمارے حوالے کر دو۔ مگر ہامان کسی قیمت پر تیار نہیں ہوئے ۔ پرویز نے شیطان سے پوچھا : میری سمجھ میں نہیں آتا کہ نادرم ایسے نازک وقت میں اتنی احمقانہ باتیں کیوں کرتا ہے۔

شیطان: تمہیں معلوم نہیں در اصل وہ ایک جانے پہچانے منصوبہ کے ما تحت یہ سب کچھ کر رہا ہے۔

پرویز: کیا منصوبہ میں تو جانتا ہوں کہ یہ نادرم ہامان کے منصوبہ کے لئے کام کر رہا ہے۔

شیطان: یہی تو تم غلط جانتے ہو جس روز میں نے مادام للیتا سے گفتگو کی تھی اس کے بعد میں ان سے پھر ملا تھا اور ان کو ترکیب بتائی تھی کہ تم نادرم کو ملاؤ ـــــ اور اس سے تاکید کر دو کہ ایسی ایسی حرکت کرے کہ اللہ والے مظلوموں کا غصہ اور تیز ہو جائے تاکہ وہ لوگ ہامان کو قتل کر دیں ۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مادام للیتا کے آدمی دوہرے پاٹ ادا کر رہے ہیں اور اس

کام پر مادام پانی کی طرح روپئے خرچ کر رہی ہیں۔

پرویز: پھر ہامان کو کیا اتنی بھی عقل نہیں رہ گئی کہ وہ ہوا کا رخ دیکھے کیا اس کی عقل بالکل ماری گئی اور اس قدر احمق واقع ہوا ہے کہ بار بار ایلیا کے سمجھانے پر بھی کچھ ہوش نہیں آتا۔ آخر وہ نادرم کو اپنے سے علیحدہ کیوں نہیں کر دیتا۔

شیطان: پرویز صاحب! کیا میں بیکار بیٹھا ہوں۔ اس بڑھاپے میں بھی وہ وہ کام کرتا ہوں کہ واہ واہ! جب بھی ایلیا سمجھا کر واپس جاتے ہیں میں اس کے خلاف فوراً آپریشن شروع کر دیتا ہوں میں نے ہامان کو اچھی طرح اس بات کا یقین دلا رکھا ہے کہ ایلیا اس کے دشمن ہیں اور نادرم اس کا دوست ہے لہٰذا وہ ایلیا کی کسی بات پر عمل نہ کرے اور ہرگز ہرگز نادرم کو دشمن کے حوالے نہ کرے۔

پرویز: تو یہ بات ہے! تم نے مکمل جال بچھا رکھا ہے آخر ہامان کے قتل سے تم کو کیا ملے گا؟

شیطان: یہ تو تب بتاؤں گا جب ہامان قتل ہو جائے۔

جب محاصرہ کافی سخت ہو گیا تو ہامان نے اپنے ماش کے علاقہ کے بادشاہ کو جو ہامان کے عزیز قریب تھا لکھا: میں سخت مصیبت میں گرفتار ہوں۔ پچھی پور

والے سب کے سب کافر ہو گئے لہٰذا فوراً اپنی فوج روانہ کرو۔

ماش کے علاقہ کے راجہ ابو نایفس کے صاحبزادہ نے وہ خط پڑھ کر فوراً ہامان کی مدد کے لئے فوجوں کو حکم دے دیا لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ اپنا یہ حکم واپس لے لیا اور فوجوں کو کچھی پور جانے سے منع کر دیا اور جواب لکھا: میں اس سلسلہ میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ کچھی پور کے لوگ اہل حل و عقد ہیں ان کے اجماع کے خلاف کوئی اقدام کیسے کر سکتا ہوں۔

پرویز: میاں شیطان ! تم کہاں تھے ؟۔

شیطان: کیوں ؟

پرویز: کوئی خاص بات نہیں تھی۔ صرف یہ پوچھنا تھا کہ میں نے سنا ہے کہ ہامان نے ماش کے بادشاہ سے طلب نصرت و حمایت کی خواہش کی ہے لیکن ابھی تک وہاں سے کوئی جواب نہیں آیا؟

شیطان: نہ کوئی جواب آیا ہے نہ آئے گا۔ ہاں خط کا جواب تو نفی میں آگیا مگر کوئی کمک نہیں آئے گی۔

پرویز: تعجب ہے کیونکہ وہ اور ہامان ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔

شیطان: یہ ٹھیک ہے مگر میاں میں بھی تو اپنی خدمات پیش کرتا رہتا ہوں۔ میں اسی لئے غیر حاضر تھا کہ وہاں پہنچ کر میں نے ابن ابو نایفس کو سمجھایا کہ اگر ہامان قتل ہوگیا تو ہمارے حق میں بہتر ہوگا اس لئے کہ اس کے بعد تم ہی صدر مملکت ہوگے۔ اس طرح میں نے خلافت و صدارت کی ہڈی پھینک کر باہم لڑوادیا ہے اور تم یہ بھی سن لو کہ آج کسی نہ کسی وقت ہامان اپنے کیفر کردار پہنچ کر رہے گا۔

ہامان کے خلاف غم و غصہ کی لہر تیز سے تیز ہوتی گئی اور اسی دن موقع پا کر چند مظلوم بہادر ایک پڑوسی کی چہار دیواری پھاند کر ہامان پلیس کے اندر پہنچ گئے ایک نے اس کی لمبی داڑھی پر ہاتھ ڈالا اور دوسرے نے ذبح کردیا۔ ایک تیسرا آدمی اس نے ایک ٹھوکر رسید کی جس سے ہامان کے پہلو کی ہڈیاں سرمہ ہوگئیں۔ دوسرے دن لاش ہامان پلیس سے نکال کر ایک کسان کے گھوڑے پر ڈال دی گئی۔

جامع مسجد سے نماز پڑھ کر پرویز باہر نکل رہا تھا اس نے دیکھا کہ ایک کتا کسی مردے کے پیر کھینچ رہا ہے اس نے لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا اس کتے کو مار بھگائیں اور پیر کو کہیں دفن کردیں۔ لوگوں نے جواب دیا کہ ارے

جناب آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ ارے یہ ظالم ہامان کا پیر ہے وہ اسی قابل تھا۔ایک نے کہا: کم از کم اس کو بستی کے باہر تو کردو۔

شہر میں ہفتوں خوف و ہراس کا بازار گرم رہا۔ کسی بھی ہامانی کی ہمت و جرات نہ تھی کہ وہ ہامان کے مردہ کو دفن کرسکتا۔ ایک روز چند لوگوں نے رات کے وقت جلدی جلدی اٹھایا اور بغیر غسل و کفن غیر مسلمانوں کے قبرستان سے متصل مقام بک وک شیخ میں دفن کر دیا۔ جہاں لوگ قضائے حاجت کے لئے جایا کرتے تھے اس طرح ایک بدبودار چیز ایک بدبودار جگہ جا کر قرار پائی اور کل شیءِ یرجع الیٰ اصلہ (ہر چیز کی بازگشت اس کی اصل کی طرف ہوتی ہے عربی کی پرانی مثل پوری ہو گئی)۔

شیطان و ابلیس: تحقیقی جائزہ

از : مولانا ناظم علی خیر آبادی واعظ

شیطان اور ابلیس اگر چہ لفظی معنی کے اعتبار سے مختلف ہیں اور لغت والوں کی زبان میں اس کے علیحدہ علیحدہ معنی بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن مفہوم و اصطلاح کے اعتبار سے کافی حد تک ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ دونوں عملی اعتبار سے یکساں اور ہم مفہوم نظر آتے ہیں اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کے لغوی اور اصطلاحی معنی پر غور و فکر کی جائے اور یہ دونوں الفاظ جو بول چال میں بھی اکثر استعمال میں آتے ہیں اس سے ناظرین کرام با قاعدہ باخبر رہیں اور بے محل استعمال سے پرہیز کریں۔

شیطان :۔ بعض اہل علم شیطان کہ شَطَن کا مشتق قرار دیتے ہیں جس کے معنی اس لمبی رسی کے ہوتے ہیں جو مضبوطی سے بٹ دی گئی ہو اور اس کے ذریعہ کنویں سے پانی کھینچا جاتا ہو یا جانوروں کو باندھا جاتا ہو۔ عرب کے بادیہ نشین اس گھوڑے کے بارے میں جس کا کھر گھس دیا گیا ہو۔اس طرح بولتے ہیں "کأنہ شیطان فی الشیطان" گویا شیطان ہے جو ریسمان میں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے سانپ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ہے ﴿ان اللّٰہ عزّوجل جعل الموت لا شطانھا﴾ خداوند عالم نے موت کو اشطان (سانپ) کے لئے مقرر کیا ہے آپ نے لفظ اشطان کو بطور استعارہ استعمال کیا ہے کیونکہ سانپ بھی رسی کی طرح ہوتا ہے اسی طرح عرب کے لوگ "بئر شطون" گہرے کویں کو کہتے ہیں اس میں کنویں کی گہرائی کی ڈوری مراد ہوتی ہے۔ "شطنت الدار" بھی اسی معنی میں ہے کہ گھر دور ہے عرب بال دار سانپ کو شیطان کہتے ہیں۔ کچھ اہل علم شیطان کو "شاطَ یشیطُ" سے مانتے ہیں جس کے معنی ہلاک ہونا، تباہ ہونا جلنا ہیں اس نظریہ کو مکمل طور پر درست نہیں سمجھا جاسکتا (لسان العرب)۔

بعض مفسرین نے (کأنّہ رؤوس الشیاطین) کی تفسیر میں کہا ہے کہ دوزخ کے درخت کا شگوفہ سانپ کے سر کی طرح ہے جیسا کہ عرب کے لوگ کچھ سانپوں کو شیطان بولتے ہیں اور کبھی کبھی چھوٹے اور پتلے سانپ کو اسی سے مشابہت کی بناپر "شیطان وجانّ" سے یاد کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ شطن اور شیطان کے مفہوم میں دوری، طول، امتداد، پلیدی، سرکشی، غضب، باریکی اور عدم ظہور پایا جاتا ہے اور شیطان ان معانی پر مکمل اترتا ہے۔ پلیدی، سرکشی

اور غضبناک چہرہ اور خیر ورحمت سے دوری ہے[1]۔ کچھ لوگوں کا گمان ہے کہ لفظ شیطان عبرانی لفظ ہے "ھاشیطن " کی منحرف شکل ہے جس کے معنی مخالفت اور دشمنی ہیں۔اسی بعض لوگوں کا خیال ہے کے یہ سریانی زبان سے ماخوذ ہے۔ بہرحال عنوان شیطان کی وضع اس وقت ہوئی ہے جب سے وہ خداوند عالم کی لعنت کا مستحق ہوا ہے ورنہ اس کا نام عزازیل تھا۔

ابلیس:۔ اس لفظ کی اصل وحقیقت کے بارے میں بھی مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔ کچھ ماہرین الفاظ شناسی لفظ ابلیس کو عجمی اور یونانی لفظ دیابولسDIABOLOS کا معرب مانتے ہیں وہ کہتے کہ فرانسیسی زبان کا لفظ DIABLE اور انگریزی لفظ DEVIL بھی اسی سے ماخوذ ہے عربی لغت لکھنے والوں اور کچھ مفسرین نے اسے عجمی کہا ہے اور زبان عربی میں دخیل جانا ہے[2]۔ بعض ماہرین الفاظ و مفسرین ابلیس کو عربی لفظ سمجھتے ہیں اور اسے ابلاس کا مشتق قرار دیتے ہیں جس کے معنی نا امید ہونا، سر گردانی، دہشت، سکوت وغیرہ اور اس کے کچھ ثبوت وشاہد بھی رکھتے ہیں۔ ابلیس رحمت خدا سے ناامید ہوا نتیجہ میں استکبار کی بیماری سے سر گردانی، خوف واندوہ میں گرفتار ہوا

---

[1]۔ لسان العرب، ج ۲، النھایہ فی غریب الاشیاء، مجمع البیان ج ۱، روض الجنان ج ۱

[2]۔ القاموس المحیط ج ۱، دائرۃ المعارف ج ۱، دانشنامہ ایران واسلام ج ۲، اعلام قرآن ص ۷۷

﴿یوم تقدم الساعة یبلس المجرمون﴾[1] جس دن گنہگار نا امید و غمگین ہوں گے۔ اس سلسلہ میں احادیث میں بھی کثرت سے تذکرہ ملتا ہے۔

کچھ اہل علم لفظ ابلیس کو عربی جانتے ہیں اور اسم غیر منصرف سمجھتے ہیں یعنی وہ جر (زیر) کی حرکت کو قبول نہیں کرتا لیکن لفظ ابلیس کی مثال عربی اسماء میں نہیں ملتی ہے کسی عرب نے اسے استعمال نہیں کیا اس لئے عرب اسے عجمی اور غیر منصرف مانتے ہیں۔ لفظ ابلیس مفرد طور پر قرآن میں گیارہ مقام پر استعمال میں آیا ہے جس میں سے نو جگہوں پر ابلیس کے استکبار اور سجدہ آدم کے انکار سے مربوط ہے (ملاحظہ ہو، سورۂ بقرہ، سورۂ اعراف، سورۂ حجر، سورۂ اسراء، سورۂ طہ، سورۂ کہف، سورۂ ص) لیکن سورۂ شعراء اور سورۂ سبا میں اس لفظ کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، قرآن مجید کی طرح نہج البلاغہ میں بھی گیارہ مقام پر بھی اس لفظ کو بھی استعمال کیا گیا ہے[2]۔ قرآن مجید میں کسی مقام پر بھی لفظ ابلیس جمع کے طور پر استعمال نہیں ہوا ہے لیکن حدیثوں میں اس کی جمع ابالس آئی ہے۔ پسبندی کہتا ہے کہ ابلیس کے معنی ناامید ہونا یعنی رحمت خدا سے ناامید ہوا۔ لعنت کا مستحق ہونے سے پہلے اس کا نام عزازیل تھا

---

[1]۔ روم ۳۰۔ ۱۲

[2]۔ الکاشف، ص ۴۹

اور کچھ لوگ اس کا نام حارث بتاتے ہیں اور اس کی کنیت ابو کردوس تھی[۱]۔

ابالسہ ابلیس کی جمع ہے جس کے معنی شیاطین ہیں کفعمی نے ابلیس کو ابوالجن کے نام سے یاد کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جنوں میں مذکر اور مونث دونوں ہیں ان کی اولاد بھی ہوتی ہے وہ مر بھی جاتے ہیں اور بعض لوگ اس کے بھی قائل ہیں کے کہ تناسل و توالد ہوتا ہے لیکن موت نہیں ہے بلکہ دنیا میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ابلیس شیطان و جن کی پیدائش جناب آدمؑ کی تخلیق سے پہلے ہوئی تھی۔

ابلیس کا تذکرہ آسمانی کتابوں میں

انجیل میں متعدد مقامات پر ابلیس بطور جمع استعمال آیا ہے یہاں صرف اشارتاً ذکر کیا جارہا ہے۔ پولیس کے رسالے اوّل یہ تیموتاؤس میں اصحاح ۳ عدد ۱۵ اور رسالہ دوم اصحاح ۲ عدد ۳ اور رسالہ ھمو بہ تینوس اصحاح ۲ عدد ۳ میں ذکر آیا ہے۔ اصل میں یونانی لفظ ابلیس جمع کی صورت میں وصفی معنی میں استعمال میں آیا ہے۔ اسی طرح انجیل کے دوسرے مقامات پر بہ عنوان شیطان آیا ہے اور یہودا انجیل یوحنا میں اصحاح ۶ عدد ۷۰ اور پطرس انجیل متی میں اصحاح ۱۶ عدد ۲۳ میں ابلیس کے نام سے یاد کیا گیا ہے کیونکہ یہودا زیادہ مدت

---

[۱]۔ کشف الاسرار ج ۱ ص ۱۴۵

تک اور پطرس نسبتاً کم مدت تک ابلیسی اعمال میں مصروف تھے[1]۔
ابلیس نصاریٰ کی نگاہ میں انسان کو سرکش اور طغیان کی وجہ سے دشمن خدا سمجھتا ہے اصلاح سوم سفر تکوین میں اس طرح بیان ہوا ہے کہ ابلیس سانپ کے اندر داخل ہوا اور حوا کو اس پر آمادہ کیا منھی عنہ درخت سے تناول کرے اور حوا سے جھوٹ بولا کہ خدا ظالم سے صرف اپنا فائدہ چاہتا ہے اپنی مخلوق پر عنایت نہیں کرتا اس لئے آدم و حوا کو معرفت خیر و شر کے درخت سے تناول کرنے سے محروم کیا ابلیس نے سانپ کی زبان سے کہلوایا کہ اگر اس درخت سے کھالوگے تو کبھی موت نہیں آئے گی[2]۔ یہود و نصاریٰ کی نگاہ میں ابلیس کے ایک دوسرے معنی بھی ہیں کہ وہ عصیان و گناہ کا رئیس فرشتوں کے درمیان میں ہے وہ دشمن خدا اور مبدأ گناہ ہے۔ عیسائی اس مطلب کو کتاب مقدس کی چند آیتوں سے ثابت بھی کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ بت پرستی ابلیس کی صفت ہے لیکن مسیح نے اس کے شوکت و اقتدار کو توڑ کر اس کے احکام کے نفوذ کو کمزور بنا دیا ہے شعراء قرون وسطی نے اس کی شکل و صورت ناک نقشہ بھی اشعار میں نظم کئے ہیں۔

---

[1]۔ دائرۃ المعارف پطرس ج۱اعلام القرآن ص۷۸۔ ۷۹

[2]۔ دائرۃ المعارف پطرس ج۱

ابلیس کے نام و عنوانات

۱۔ اعزازیل: یہ عبری زبان کا لفظ ہے جس کے معنی عزیز خدا کے ہیں یا اس بکری کو بھی کہتے ہیں جو گناہوں کے کفارہ کے طور پر چھوڑی جاتی تھی اسے بے آب و گیاہ جگہ پر ڈال دیا جاتا تھا تاکہ قوم کے گناہوں کے کفارہ کو نا معلوم مقام پر لے جائے۔ ابلیس کا نام ملعون ہونے سے قبل یہی تھا۔

۲۔ رجیم: جب جناب ابراہیمؑ نے اس کو منی میں سنگ سار کیا یا ملائکہ یا شہاب ثاقب کے ذریعہ اسکو رجم کیا گیا تو یہ عنوان بنا۔

۳۔ ابو مرہ۔ ۴۔ حارث۔ ۵۔ ابو کردوس ۶۔ ابوخلاف ۷۔ابو دوجانہ ۸۔ابو لبینی: کیونکہ لبینی ابلیس کی لڑکی کا نام تھا۔ ۹۔ نائل ۱۰۔ابوالجان۔

ابلیس، شیطان، جن، ملک، اور آدم کے تعلق سے کتب تفاسیر اور احادیث میں جالب نظر مطالب بیان کئے گئے ہیں جو لوگ مجردات کے قائل نہیں ہیں ان کا خیال یہ ہے کہ جن ہوائی یا آتش جسم رکھتے ہیں جو مختلف شکل بدلنے پر قادر ہیں جیسے سانپ، عقرب، کتا، اونٹ، گوسفند وغیرہ۔

جن عقل و ہوش رکھتے ہیں مشکل امور کی قدرت رکھتے ہیں جیسا کہ جناب سلیمان پیغمبر کے زمانے میں مشکل کاموں کے لئے مامور تھے لیکن جو لوگ مجردات کے قائل ہیں ان کا نظریہ ہے کہ جن مجردات ارضی و سفلی ہیں کیونکہ مجردات ان موجودات کو کہتے ہیں جو حیز و مکان کے محتاج نہیں ہیں اور

متحیز میں حلول نہیں کرتے۔ وہ اجسام کی تاثیر و تدبیر سے منزہ ہیں۔ یعنی ملائکہ مقربین جنہیں مشائین عقول اوراشراقین انوار عالیہ قاھرہ کہتے ہیں یا اجسام کی تاثیر وتدبیر سے وابستہ ہیں جنہیں مشائین نفوس سماویہ اوراشراقین انوار مدبرہ کہتے ہیں۔ وہ ارواح سفلیہ جو اجسام نباتی اور حیوانی میں تصرف واثر کرتے ہیں ان میں کچھ اعمال نیک والے ہیں ان کو اجنہ صالحہ کہتے ہیں یہ موجودات نامرئی ہیں، اس کی ارواح سفلیہ، تیرہ، بدکار وبدخواہ ہیں ان کو شیطان کہتے ہیں۔ قرآن و حدیث میں شیاطین ابلیس اوراس کے اعوان ونصاریٰ ہیں لیکن کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ شیاطین سے مراد پروہ موجود ہے جو سرکش اور صراط مستقیم سے گمراہ کرنے والا ہے جیسا کہ خداوند عالم نے سورۂ انعام آیت ۱۱۲ میں "شیاطین الانس والجن" فرمایا ہے۔ لفظ شیطان مفرد ستر مقامات پر اور جمع اٹھارہ جگہوں پر قرآن کریم میں آیا ہے۔

ابلیس ، فرشتہ یا جن

احادیث اور مفسرین سے ظاہراً دو طرح کے نظریات کا پتہ چلتاہے؛ کچھ لوگ ابلیس کو فرشتوں کی صف میں قرار دیتے ہیں اور کچھ جنوں میں سے، جو لوگ اسے سنخ ملائکہ میں سمجھتے ہیں ان کی دلیلیں کچھ اس طرح ہیں :

۱۔ متعدد احادیث سے استفادہ ہوتاہے کہ ابلیس فرشتوں کی سنخ سے تھا

بلکہ تمام ملائکہ سے برتر مقام رکھتا تھا، وہ کہتے ہیں کہ ابلیس گناہ و سرکشی سے قبل سنخ ملائکہ میں سے تھا اور زمین پر ساکن تھا علم اور جد وجہد کے اعتبار سے تمام فرشتوں پر بلند تھا یہی احساس امتیاز و برتری استکبار کا سبب ہو گیا۔

اس کے علاوہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ابلیس جن کے قبیلہ سے شمار ہوتا تھا اور آسمان دنیا کے ملائکہ کا رئیس تھا اس کا قبیلہ فرشتوں کے قبیلوں سے زیادہ تھا وہ خازن جنت کا عہدہ رکھتا تھا، آسمان دنیا کے اقتدار اور زمین کی سلطنت کا مالک تھا اس کے متعلق ضرورتوں کا مدبر اور کارساز تھا اس کا شمار "اجنحہ اربعہ" (چار عظیم ملائکہ) میں ہوتا تھا اسی وجہ سے اس نے آسمان والوں پر بھی اپنے اقتدار کا خیال کرلیا یہاں تک کہ خداوند عالم نے تمام ملائکہ کو آدمؑ کے سامنے سجدہ کا حکم دیا تو اس امتحان کی بناپر اس کا پوشیدہ استکبار ظاہر ہو گیا اور وہ شیطان رجیم ہو گیا[1]۔

۲۔ ابلیس کے سنخ ملائکہ سے ہونے کی دوسری دلیل مفسرین کا بیان ہے چنانچہ قتادہ اور ابن عباس وغیرہ نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۳۴ ﴿وَ إِذْ قُلْنَا لِلْمَلاَئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلاَّ إِبْلِيسَ أَبَى وَ اسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ﴾ کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ ابلیس فرشتہ تھا ان ملائکہ کے گروہ

---

[1]۔ جامع البیان، ج۱، ؛ مجمع البیان، ج۱؛ البیان، ج۱؛ روح الجنان، ج۱؛ الجامع لاحکام القرآن، ج۱

میں رہتا تھا جو زمین پر ساکن تھے اس کا نام جن تھا، نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام کا یہ قول ﴿سيدخل الجنة بشراً بامر اخرج به منها ملكاً﴾ اسی پر مبنی ہے کہ ملک کو جنت سے نکالے، نیز ابن مسعود کی روایت ہے کہ آسمانوں کی حکومت پر مقرر تھا ان ملائکہ کی گروہ میں شمار ہوتا تھا جن کو جن کہتے تھے ان کا یہ نام خازن جنت ہونے کی بنا پر تھا، ابلیس خازن ہونے کے علاوہ آسمان دنیا کا حاکم بھی تھا ابن عباس نے آیہ قرآن ﴿الاِابلِيس كَانَ مِنَ الجِنِّ﴾ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اسی وجہ سے بہشت کو جنان کہا جاتا ہے کہ چونکہ ابلیس گروہ جن میں سے شمار ہوتا تھا وہ اس کا خازن تھا اور اگر وہ ملائکہ کی سنخ میں سے نہ ہوتا تو سجدے کے لئے مامور نہ ہوتا۔

مفسرین کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ جن سے مراد ہر وہ مخلوق ہے جو مخفی ہے اور نا قابل دیدار ہے آیہ کریمہ ﴿الاِ اِبلِيس كَانَ مِنَ الجِنِّ﴾ کے معنی یہی ہیں لیکن ابلیس جو جن اور موجودات مخفی و نا قابل دیداور زمرہ ملائکہ میں سے تھا تو شیاد اس وجہ سے کہ جس طرح ملائکہ مخفی اور نا قابل رؤیت ہیں اسی طرح وہ بھی تھا قرآن میں آیا ہے ﴿وَ جَعَلُوا بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَباً وَ لَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحضَرُونَ﴾[1] قریش کے لوگ کہتے تھے کہ فرشتے

---

[1]۔ سورہ صافات/۱۵۸

اللہ کی لڑکیاں ہیں خدا نے انھیں جواب دیا کہ اگر فرشتے میری لڑکیاں ہوتے تو ابلیس بھی انھیں کی سنخ سے ہے تو حقیقت میں تم لوگوں نے میرے اور ابلیس اور اس کے خاندان کے درمیان رشتہ اور نسب قرار دیا ہے ؟ !

جناب سلیمان بن داؤد پیغمبر نے گروہ جن میں سے نو جن کو جو ملائکہ میں سے تھے مسخر کیا تھا یہ ان کے لئے بلا اجرت جد وجہد میں لگے رہتے تھے ، خداوند عالم نے جن کو مخفی اور نا قابل دید ہونے کی وجہ سے جن کہا ہے اور انسان کو ظاہر اور واضح ہونے کی وجہ سے انس کہا ہے، جن اجتنان سے ماخوذ ہے جس کے معنی پوشیدہ کے ہیں ، رحم میں پوشیدہ ہونے کی وجہ سے بچے کو جنین کہتے ہیں ، سپر چونکہ ساتر ہوتا ہے اور بہادر کو مخفی رکھتا ہے اسی لئے اسے جُنّہ کہتے ہیں ، بہشت کو بھی جنت اسی لئے کہتے ہیں کہ اس زمین درختوں سے چھپی ہوئی ہے ، جنون بھی اسی لئے کہتے ہیں کہ عقل جنون کی حالت میں چھپی رہتی ہے اس لئے جن کی تفسیر ملائکہ کے ساتھ اس کے لغوی معنی کے لحاظ سے ہو سکتی ہے ؛علامہ طبرسی کہتے ہیں : "ملائکہ اور جن کی ایک حقیقت سے فرق یہ ہے کہ جو بر گزیدہ ہیں وہ ملک ہیں اور جو پست ترین ہیں وہ جن ہیں جیسے بنی نوع آدم میں ممتاز اور بر گزیدہ کو پیغمبر و امام کہا جاتا ہے اور پست لوگوں کو انسان کہتے ہیں " تفسیر بیضاوی میں ملتا ہے کہ ملائکہ میں کچھ غیر معصوم ہیں جبکہ ملائکہ میں عصمت زیادہ ہے جیسا کہ انسانوں میں سے کچھ معصوم ہیں

لیکن غیر معصوم زیادہ ہیں، فرشتوں اور شیاطین میں ذاتی فرق نہیں ہے بلکہ عرض وصفت میں فرق ہے ابلیس ملائکہ کی غیر معصوم صنف میں سے تھا اور ملائکہ میں رہتا تھا، یہ صحیح ہے کہ فرشتہ نوع سے اور ابلیس آگ سے پیدا ہوا ہے لیکن نور سے مراد جوہر پرتو آفرین ہے اور نار بھی ایسا ہی ہے، فرق یہ ہے کہ آگ کی روشنی اور اس کا پرتو دھویں سے آلودہ ہے اور شدید حرارت کی وجہ سے اجتناب کے لائق ہوتی ہے لیکن اگر یہ پرتو اس سے پاک وصاف ہو تو محض نور ہوگا، محمد رشید رضا کہتے ہیں کہ کوئی دلیل نہیں ملتی کہ ملائکہ اور جن میں کوئی فصل ممیّز ہو، دونوں میں اختلاف کی بنیاد اوصاف ہیں[1]۔

۳۔ ابلیس کے ملک کی سنخ سے ہونے کی ایک دلیل یہ بھی دی جاتی ہے کہ اگر ابلیس ملائکہ میں سے نہ ہوتا تو حکم خدا ﴿وَ إِذْ قُلْنَا لِلْمَلاَئِكَةِ اسْجُدُوا﴾ میں شامل نہ ہوتا اور اس کا ترک سجدہ استکبار و معصیت میں شمار نہ ہوتا، مستحق عذاب ہونے کا سبب یہ ہے کہ وہ سنخ ملائکہ میں سے تھا اور آیت قرآنی ﴿فَسَجَدَ المَلاَئكة كُلُّهم اَجمَعُون اِلَّا اِبلِيس﴾ میں استثناء متصل ہے۔ نیز ابو الفتوح رازی کہتے ہیں کہ عبد اللہ ابن عباس، عبد اللہ بن

[1]۔ جامع البیان، ج۱، ؛البیان، ج۱، ؛ در منثور، ج۱، ؛ قاموس قرآن، ج۱، ؛ روح الجنان، ج۱ ؛ انوار التنزیل، ج۱، ؛المنار، ج۱

مسعود، سعید بن مسیب ، قتادہ ، ابن جریح اور ابن جریر طبری کا بیان ہے کہ ابلیس فرشتوں میں سے تھا اور یہاں استثناء متصل ہے جس میں مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ ایک صنف سے ہوتے ہیں[۱]۔

منکرین کے دلائل

۱۔ شیخ مفیدؒ کہتے ہیں کہ ابلیس ملائکہ میں سے نہ تھا بلکہ جن میں سے تھا متواتر حدیثیں اس سلسلہ میں ملتی ہیں علماء شیعہ کا بھی یہی نظریہ ہے اس کی متعدد دلیلیں بھی دی جاتی ہیں ؛ خداوند عالم سورہ کہف کی آیت ۵۰، ﴿إِلاَّ إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ﴾ کے ذیل میں ابلیس کو سنخ جن میں فرماتا ہے اور فرشتوں کو سورہ انبیاء کی آیت ۲۷ میں عزت دار بندوں سے تعبیر کیا ہے جو خداوندعالم پر سبقت نہیں کرتے ہیں اسی کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ابلیس فرشتوں میں نہ تھا چنانچہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ملائکہ خیال کرتے تھے کہ ابلیس ان کی سنخ سے ہے لیکن خدا جانتا تھا کہ وہ فرشتوں کی سنخ سے نہیں ہے[۲]۔

خداوندعالم نے ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا اس حکم کے دائرہ میں ملائکہ اور ابلیس

---

[۱] ۔ جامع البیان، ج۱، ؛التفسیر الکبیر، ج۱، ؛ انوار التنزیل، ج۱
[۲] ۔المیزان، ج۸، ص ۲۲

تھے کیونکہ ابلیس ملائکہ کے ساتھ آسمان میں خدا کی عبادت کرتا تھا ملائکہ کو خیال ہوتا تھا کہ وہ انہیں میں سے ہے لیکن وہ ان میں سے نہیں تھا لیکن خدا نے جو سجدہ کا حکم جاری کیا تو ابلیس کے دل میں جو حس تھا اسے ظاہر کر دیا جس سے ملائکہ کو پتہ چلا کہ وہ ان میں سے نہیں ہے[1]۔ جمیل بن دراج کی روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ابلیس ملائکہ میں سے تھا؟ اس کے اختیار میں آسمان کی تولیت و تدبیر تھی؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ فرشتوں میں سے نہیں تھا اور آسمانی تدبیر میں اس کا کوئی اختیار نہیں تھا وہ جن میں سے تھا البتہ ملائکہ کے ساتھ رہتا تھا۔ انہیں امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ابلیس خلقت سے فرشتوں کے ساتھ تھا اور جان وہی موجود ہے جس کے بارے میں خدا نے سورہ حجرات آیت ۲۷ میں فرمایا ہے کہ اس کو نار سموم سے پیدا کیا ہے[2]۔

اسی لئے اگر لفظ جن بغیر کسی اضافی قید کے استعمال میں آئے تو وہ انس و ملائکہ سے علاحدہ مخلوق ہے[3] اور اگر ابلیس کو جن کی صنف سے مان لیں تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ فرشتوں میں سے نہیں تھا خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ ﴿وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعاً ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلاَئِكَةِ أَ هٰؤُلاَءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا

---

[1] ۔ البرہان بحرانی، ج۱، ؛ روضہ، ج۸ ؛ سفینۃ البحار، ج۱ ؛ المیزان، ج ۱۲

[2] ۔ البرہان بحرانی، ج۱، ؛ روضۃ الکافی، ج۸

[3] ۔ التبیان طوسی، ج۱

يَعْبُدُونَ قَالُوا سُبْحَانَکَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الجن أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ﴾[1] جس دن خدا سب کو محشور کرے گا تو ملائکہ سے کہے گا کہ یہی لوگ تھے جو تمہاری عبادت کرتے تھے تو فرشتے جواب دیں گے کہ خدایا تو پاک و بے نیاز ہے تو ہمارا ولی ہے یہ لوگ جن کی پرستش کرتے تھے، اس آیت سے صریحی طور پر جن اور ملک کا فرق سمجھ میں آجاتا ہے۔

امام صادق علیہ السلام سے لوگوں نے پوچھا کہ سجدہ کا حکم ابلیس کو کیسے شامل ہوا جبکہ وہ ملائکہ میں سے نہیں تھا کیوں کہ حکم سجدہ ملائکہ کو دیا گیا تھا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ابلیس ولایت کے طریقے پر حمایت میں ہونے کی وجہ سے فرشتوں کے ساتھ تھا وہ ان کی سنخ میں شمار میں نہیں آتا تھا اس کی دلیل یہ ہے کہ خدا نے جناب آدم سے قبل ایک مخلوق کو پیدا کیا تھا ابلیس ان میں رہتا تھا اور زمین پر حاکم تھا ان لوگوں نے سرکشی اور فساد کیا اور قتل و خونریزی کرنے لگے خدا نے ملائکہ کو ان کے قتل کا حکم دیا ملائکہ نے ابلیس کو اسیر کرلیا اور اپنے ساتھ آسمان پر لے گئے[2]۔

۲۔ ابلیس کے سنخ ملائکہ سے نہ ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ابلیس دو

---

[1]۔ سورہ سبا/۴۰۔۴۱

[2]۔ البرہان بحرانی، ج۱

علاحدہ عنصر سے خلق کئے گئے ہیں ابلیس کی خلقت نار سے ہوئی ﴿خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ - وَ خَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ﴾[1] اور ملائکہ آگ سے نہیں پیدا ہوئے ہیں بلکہ وہ نور یا روح سے خلق ہوئے ہیں، ابلیس شیطان ہی کا دوسرا نام ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے[2]۔ محمد بن عامر مکی کہتے ہیں کہ خدا نے ملائکہ کو نور سے جن کو آگ سے جانوروں کو پانی سے اور انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے اطاعت کو ملائکہ میں اور معصیت کو جن و انس میں مقرر کیا ہے[3]۔

۳۔ ابلیس کے سنخ ملائکہ سے نہ ہونے کی تیسری دلیل یہ دی جاتی ہے کہ ابلیس کی نسل و ذریت سے تولید مثل کی صلاحیت ہے اسی وجہ سے ابولجان کے نام سے بھی متعدد روایتوں میں تذکرہ آیا ہے لیکن ملائکہ نہ کچھ کھاتے پیتے ہیں اور نہ ان میں تولید مثل کی صلاحیت ہے کیوں کہ توالد و تناسل جنس نر و مادہ کی جنسی آمیزش سے ہوتا ہے اور ملائکہ میں نر و مادہ کا وجود نہیں ہے۔

۴۔ چوتھی دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ ملائکہ معصوم ہیں ﴿لاَ يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾[4] وہ عصیان امر الٰہی نہیں کرتے وہ

---

[1] ۔ سورہ اعراف/۱۲۔ سورہ رحمٰن/۱۵

[2] ۔ مجمع البیان، ج۱؛ المعجم دلستنگ، ج۳

[3] ۔ در منثور، ج۱

[4] ۔ سورہ تحریم/۶

مامور بہ کو انجام دیتے ہیں لیکن ابلیس معصوم نہیں ہے وہ بس معصیت ہی کرتا رہتا ہے اس کے علاوہ خدا نے ملائکہ کو اپنا رسول بھی کہا ہے ﴿جَاعِلِ الْمَلاَئِكَةِ رُسُلاً﴾[1] ظاہر ہے کہ خدا کے رسول میں کفر و فسق کی گنجائش نہیں ہے جبکہ برابر ابلیس سے کفر و فسق و کذب صادر ہوتا رہتا ہے[2]۔

ان تمام شواہد کی بناپر کہا جاسکتا ہے کہ ابلیس کا سنخ ملائکہ سے کوئی ربط نہیں ہے۔اب رہ گئی یہ بات کہ حرف استثناء ﴿فَسجَدُوا الّا ابليس﴾ استعمال میں آیا ہے تو یہ سنخ ملائکہ سے ہونے کی قطعی دلیل نہیں ہے ابلیس کا استثناء سجدہ آدم کے اعتبار سے ہوا ہے کیونکہ ملائکہ کی معیت میں سجدہ کا مامور تھا اسی لئے مفسرین نے اس استثناء کو منقطع مانا ہے جس میں مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی سنخ سے نہیں ہوتا ہے۔ سید مرتضیٰ علم الھدیٰ نے اسی نظریہ کو قوی قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ ابلیس فرشتہ نہیں تھا لیکن سجدہ آدم کے لئے مامور تھا اور آیت میں حرف استثناء "الا" منقطع ہے اور آیت ﴿كَانَ مِنَ الجِنِّ﴾ کا تقاضا ہے کہ وہ جن میں سے تھا جو ملک اور انسان کے برخلاف ایک جنس ہے۔

---

[1] ۔سورہ فاطر:۱

[2] ۔مجمع البیان، ج۱

دوسری بات یہ ہے کہ خدا نے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا ہے اور ابلیس کو آگ سے، فرشتے روحانی ہیں آب و غذا نہیں استعمال کرتے ان میں مناکحت نہیں ہے۔ابلیس کھاتا پیتا اور جنسی تعلقات قائم کرتا ہے حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابلیس جنوں کا باپ ہے جیسے جناب آدم انسانوں کے باپ ہیں۔ شہر ابن آشوب کی روایت ہے کہ ابلیس ان جنوں میں سے تھا جو زمین پر فساد کرتے تھے خداوند عالم نے فرشتوں کو بھیجا تاکہ وہ انہیں ہلاک کردیں وہ ابلیس کو قید کرکے آسمان پر لے گئے، مشائخ معتزلہ کا یہی نظریہ ہے۔

اب اگر یہ سوال ہوتا ہے کہ آیت میں ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو اگر ابلیس اس سنخ سے نہیں تھا تو وہ مامور کیونکر ہوگا؟تو اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ امت کا اجماع ہے کہ ابلیس سجدہ آدم کے لئے مامور تھا نیز قرآن میں آیا ہے کہ جب ابلیس نے سجدہ نہیں کیا تو سرزنش آئی ﴿أَلاَّ تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُک﴾[1] تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی مامور تھا ورنہ اس طرح سرزنش نہ کی جاتی؛ نیز اگر آیات سجدہ آدمؑ کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ سجدہ کا حکم ان تمام موجودات کو تھا جو اس مقام میں موجود تھیں اسی وجہ سے عدم سجدہ کے بعد حکم آیا ﴿فَاهْبِطْ

---

[1]۔ سورہ اعراف/۱۲

مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا﴾[1] اے ابلیس اس جگہ سے اترو! یہاں تکبر کرنا سزاوار نہیں ہے، اغلب مقامات پر "ھا" کی ضمیر استعمال میں آئی ہے جو مقام و منزلت آسمان یا بہشت کی طرف پلٹتی ہے جس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ مقام و منزلت بہر حال مد نظر ہے۔

ابلیس اور ملائکہ کے درمیان امر سجدہ کے صادر ہونے سے قبل فرق نہیں سمجھ میں آرہا تھا دونوں ایک ہی معلوم ہوتے تھے لیکن حکم سجدہ نے دونوں کو الگ کردیا ملائکہ اپنے مقام و عظمت پر باقی رہ گئے لیکن ابلیس جن منزلتوں میں ملائکہ کا شریک تھا وہ اس سے نکال دیا گیا کیونکہ سجدہ نہیں کیا۔ جناب آدمؑ کی پیدائش اور ان کے روبرو سجدہ کا حکم معیار بن گیا ابلیس کے سنخ ملائکہ سے نہ ہونے کا اگر ایسا نہ ہوتا تو ابلیس اسی مقام میں رہ جاتا اور ملائکہ سے اس کی علاحدگی ظہور میں نہ آتی لیکن خداوند عالم نے آدم کو پیدا کیا اور سجدہ کو درمیان میں رکھ کر مقام قرب و مقام بُعد کا تعین کردیا کہ راہ سعادت و قربت سجدہ سے اور شقاوت اور رحمت سے دوری کا راستہ سجدہ نہ کرنا ہے۔ابلیس نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور ہمیشہ کے واسطے شقاوت کے ساتھ رحمت خدا سے دو ہو گیا[2]۔

---

[1]۔ سورہ اعراف/۱۳

[2]۔ المیزان، ج۸

ابلیس کی ذریت

ابلیس کے متعلق آیات کی تفسیر اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی نسل اور اس کے الگ الگ کام بھی روایات میں بیان کئے گئے ہیں:

۱۔ لاقیس دولھا۔ یا دولھان: یہ طہارت اور نماز کی اہانت کرتا ہے نیز امام جعفر صادق علیہ السلام نے مساحقت کی تقبیح کے مقام میں فرمایا کہ خدا لاقیس دختر ابلیس کو قتل کرے!

۲۔الھفاف: صحرا اور بیابانوں میں انسانوں کو گمراہ کرتا ہے نیز وہ نشہ آور شراب پر مقرر ہے۔

۳۔زلنبور: یہ بازاروں پر مقرر ہے یہ مال کی جھوٹی تعریف، قسم، یاوہ گوئی کو بازاریوں کی نگاہ میں پسندیدہ قرار دیتا ہے وہ اپنا علم ہر بازار میں آسمان و زمین کے درمیان بلند رکھتا ہے یہ بازار کی پہلی دکان سے آخری دکان تک پھیلا رہتا ہے۔

۴۔شبر: یہ مصائب و آسیب پر مامور ہے یہ مصیبت زدہ افراد کے لئے طمانچہ مارنا، گریبان پھاڑنا اور چہرہ نوچنا مناسب قرار دیتا ہے لوگوں کو جنگ و فساد پر آمادہ کرتا ہے۔

۵۔الاعور: زنا اور امور جنسی کا نگران ہے یہ بھی کہا گیا ہے یہ بادشاہوں

کے دروازے پر مقرر ہے۔

۶۔ واسم: اس کا کام یہ ہے کہ جب انسان گھر میں داخل ہوتا ہے اور اہل خانہ کو سلام نہیں کرتا نام خدا نہیں لیتا تو اس کے ساتھ گھر میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کے اور اس کے گھر والوں کے درمیان فتنہ و فساد قائم کرتا ہے چنانچہ اگر انسان کھانا شروع کرتا ہے تو نام خدا نہیں لیتا اور اس کے ساتھ وہ کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔

۷۔ مطرش: اس کو مشوط یا وشط بھی کہا گیا ہے یہ خبروں پر مقرر ہے یہ جھوٹی اور غیر حقیقی نادر خبروں کو لوگوں کی زبانوں پر ڈال دیتا ہے۔

۸۔ لُبَینی: ابلیس کی بیٹی کا نام ہے اسی وجہ سے اسے ابو لبینی بھی کہتے ہیں اس کو سہیل نے الروض الانف میں لکھا ہے لبینی کو طرطیہ بھی کہتے ہیں۔ ابلیس کے فرزندوں میں غیلدن وغیرہ جو نام آئے ہیں جن کی کوئی اصل و بنیاد نہیں ہے[1]۔

---

[1]۔ بحار الانوار، ج۶ ؛ سفینۃ البحار، ج۱ ؛ اعلام القرآن، ص۸۷

ابلیس کا لشکر

قرآن مجید میں ﴿وجنود ابلیس اجمعون﴾[۱] سے اس کی جانب اشارہ ملتا ہے نیز امام صادق علیہ السلام کی مفصل روایت سے پتہ چلتا ہے کہ جنود ابلیس اس کی ذریت و نسل سے سب سے مراد شیاطین ہیں[۲] ابلیس کا لشکر اس کے پیرو ہیں چاہے اسی کی اولاد سے ہوں یا اولاد آدم[۳] ابلیس کا لشکر اس کی معصیت کے پیرو ہیں چاہے جنات میں سے ہوں یا انسانوں میں[۴] ابلیس کے لشکر سے مراد وہ افراد ہیں جنہیں ابلیس نے بت پرستی کے لئے دعوت دی اور انہوں نے اس کی پیروی کی[۵] امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام نے غضب کو ابلیس کے لشکر میں بتایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ غضب سے بچو کیونکہ وہ ابلیس کا عظیم لشکر ہے[۶] علامہ طباطبائی کہتے ہیں کہ ابلیس کے لشکر سے مراد وہ تمام شیاطین کے ہم نشین

---

[۱] ۔ سورہ شعراء/۹۵
[۲] ۔ مجمع البحرین، ج۲
[۳] ۔ مجمع البیان، ج۷
[۴] ۔ روض الجنان ؛ روح المعانی
[۵] ۔ الجامع لاحکام القرآن
[۶] ۔ نہج البلاغہ

ہیں جو گمراہوں سے دست بردار نہیں ہوتے ہیں۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے ﴿وَ مَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَاناً فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ﴾[1] جو لوگ خدا کے ذکر سے رو گردانی کرتے ہیں ان کے لئے ہم شیطان کو آمادہ کرتے ہیں اور وہ ان کا ہم نشین ہوتا ہے۔ صاحب تفسیر کلبی ابن عباس کی روایت نقل کرتے ہیں کہ ابلیس نے اپنے لشکر کو دو گروہ میں تقسیم کیا ہے اور وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ہمنشین کو فلاں فلاں حربہ سے گمراہ کیا اور دوسرا اپنا طریقہ بیان کرتا ہے، دونوں ایک دوسرے کے طریقے سے سبق حاصل کرتے ہیں اور اسے آزماتے ہیں[2]۔ ابلیس ہی کے لشکر کی تعبیر قبیل سے بھی آئی ہے ﴿إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَ قَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لاَ تَرَوْنَهُمْ﴾[3] شیطان اور اس کا گروہ (لشکر) تم کو اس طرح دیکھتا ہے کہ تم اسے نہیں دیکھ پاتے۔

---

[1]۔ سورہ زخرف/۳۶

[2]۔ مجمع البیان، ج ۴

[3]۔ سورہ اعراف/۲۷

ابلیس مختلف شکلوں میں؟

اسلامی مذاہب اور علماء کے درمیان اس سلسلہ میں اختلاف معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس مختلف شکلوں میں تبدیل ہوسکتا ہے یا نہیں۔ اولاً: اشاعرہ اور معتزلہ نے ابلیس کی عدم رویت کے دو اعتبار طے کئے ہیں اشاعرہ کہتے ہیں کہ باصرہ انسانی کی رسائی ان تک نہیں ہوئی اس لئے نظر نہیں آئے اور معتزلہ کا خیال ہے کہ اس کا جسم اتنا باریک ہے کہ نظر نہیں آتا۔ فخر الدین رازی ابلیس کے مختلف صورتوں میں آنے کے بارے میں لکھتے ہیں: "اگر جن (شیطان) اپنی مختلف شکلوں کے ایجاد پر قادر ہوتا تو انسانوں کا اعتماد ایک دوسرے کی شناخت کے بارے میں متزلزل ہوجائے گا کیونکہ ہوسکتا ہے جسے اپنا بیٹا یا ہمسر سمجھ رہا ہو ممکن ہے وہ جن ہو جس نے اس طرح شکل بدل دی ہو اس لئے یہ خیال کہ شیطان مختلف شکل میں جب مرضی تبدیل ہوجاتا ہے درست نہیں ہے جن و ابلیس کا اقتدار محدود ہے اس کی تائید آیہ مبارکہ سے ہوئی ہے ﴿مَا كَانَ لِي عَلَيكُم من سُلطَان الا اَن دَعَوتُكُم فَاستَجِبتُم﴾ شیطان نے کہا کہ مجھے تم پر اقتدار نہیں ہے سوائے اس حد تک کہ میں گمراہی کی دعوت دوں اور تم قبول کرلو۔ مجاہد کی روایت ہے کہ ابلیس نے کہا: مجھے چار خصلتیں دی گئی ہیں؛ میں دیکھتا ہوں لوگ مجھے نہیں دیکھتے، زمین کے نیچے سے سر باہر لاتا ہوں اور

ہمارے بوڑھے جوانی کی منزل میں لوٹ آتے ہیں[1]۔ لیکن کثرت سے واقعات ملتے ہیں اور حدیثیں موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ابلیس و جن مختلف صورتیں بدل سکتے ہیں چنانچہ جابر بن عبد اللہ انصاری کہتے ہیں کہ ابلیس چار شکلوں میں بدلا ہوا پایا گیا:

(۱) بدر کے روز سراقہ بن جشعم مدلجی کی صورت میں۔

(۲) روز عقبہ منبہ بن حجاج کی شکل میں۔

(۳) دار الندوہ میں بوڑھے نجدی کی شکل میں۔

(۴) روز ارتحال رسول اکرم مغیرہ بن شعبہ کی شکل میں[2]۔

انکار سجدہ سے قبل ابلیس کی عبادت

حدیثوں اور واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ ابلیس جناب آدم علیہ السلام کے روبرو خداوندعالم کے حکم سجدہ سے قبل پروردگار عالم کی عبادت کیا کرتا تھا۔امیر المؤمنین علیہ السلام نے بھی خطبہ قاصعہ میں اس کی جانب اشارہ کیا ہے

---

[1] ۔ التفسیر الکبیر، ج ۱۴

[2] ۔ مجالس ابن الشیخ، ؛ بحار الانوار، ج ۶۰ ؛ المیزان، ج ۹

"ابلیس کے سلسلہ میں خداوند عالم کے عمل سے عبرت حاصل کرو کہ اس نے ابلیس کی تمام تر کوششوں اور کردار کو ختم کردیا یہ ابلیس وہ شخص تھا جس نے خداوند کریم کی چھ ہزار سال تک عبادت کی تھی یہ معلوم نہیں کہ یہ دنیا کے ساتھ ہے یا آخرت کے "[1]

علامہ مجلسیؒ نے بھی تحریر فرمایا ہے کہ ملائکہ بھی یہ سمجھنے لگے تھے کہ اطاعت خداو عدم معصیت رب میں ابلیس انہیں کی سنخ سے ہے کیونکہ اس نے طویل زمانہ تک عبادت خدا کی پابندی کی تھی[2]۔ نیز امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ابلیس نے خدا کی دو رکعت عبادت سات ہزار برس میں طے کی تھی خدا نے بھی اس کو امتیازی شان اس کی عبادت کی جزا میں عطا کی تھی[3]۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ خداوند کریم نے ابلیس کو یوم معلوم تک کی مہلت عنایت کی تاکہ فرزندان آدمؑ کو گمراہ کرے؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ اس کی محنت و زحمت کی وجہ سے۔ راوی نے پوچھا کہ وہ محنت کیا تھی؟ فرمایا کہ وہ رکعت عبادت جو دو یا چار ہزار سال میں کی تھی[4]۔

---

[1] ۔ نہج البلاغہ، عبدہ، ج۲ ؛ بحار الانوار، ج۶۰

[2] ۔ بحار الانوار، ج۶۰

[3] ۔ علل الشرائع، ج۲ ؛ بحار الانوار، ج۶۰

[4] ۔ تفسیر قمی ؛ علل الشرائع، ج۲، ص۶۰

مذکورہ روایات میں ابلیس کی عبادت کا تذکرہ دو ہزار، چار ہزار، چھ ہزار اور سات ہزار برس تک کے لئے آیا ہے اس سے ظاہراً تعارض سمجھ میں آتا ہے لیکن ممکن ہے لکھنے اور نسخہ کرنے میں یہ فرق ہوگیا ہو یا تقیہ کی بناپر لکھ دیا گیا ہو اور چھ اور سات میں تو یہ فرق ہو سکتا ہے کہ سبعہ کی جگہ ستہ یا ستہ کی جگہ سبعہ ہوگیا ہو۔ اسی طرح بعض روایتوں میں ابلیس کا ایک سجدہ چار ہزار سال طولانی لکھا گیا ہے[۱]۔

ابلیس کافر تھا یا منافق؟

اس سلسلہ میں بھی علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ابلیس اپنی عبادت کے زمانہ میں بھی قبل از استکبار منافق و کافر تھا انہوں نے اپنے نظریہ کے لئے دلیل دی ہے کہ:

۱۔ ابلیس اور ملائکہ کے درمیان سجدہ آدم کے حکم کے بعد جو گفتگو ہوئی ہے اور خدا نے جو جواب دیا ہے اس سے ابلیس کے سابقہ کفر و نفاق کی تائید ہوتی ہے۔ محمد بن عبد الکریم شہرستانی نے ملل و نحل کے آغاز میں تحریر کیا ہے کہ ابلیس نے ملائکہ سے کہا کہ مجھے معبود قبول ہے دوسرا خالق وہی تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے لیکن حکمت خدا کے بارے میں سات سوالات ہیں:

۱۔ سفینۃ البحار، ج ۱

۱۔ خلقت کی حکمت کیا ہے؟ جب خدا یہ جانتا ہے کہ کافر خلقت کے وقت مستحق عذاب نہیں ہے تو اس نے کیوں پیدا کیا کہ بعد میں عذاب کے اسباب فراہم کیئے۔

۲۔ احکام و قوانین کی تکلیف کا فائدہ کیا ہے؟ جبکہ مکلّف بنانے سے فائدہ و نقصان نہیں ہوتا اور خدا مکلفین کو تکلیف کے بغیر فائدہ دے سکتا ہے؟

۳۔ خدا نے مجھ کو اپنی معرفت و اطاعت کی تکلیف دی تو کس مقصد کے لئے سجدہ آدم کی تکلیف دی؟

۴۔ سجدہ آدم سے انکار کے بعد مجھ کو مورد لعنت قرار دیا جبکہ اس کا کوئی فائدہ اس کو یا دوسروں کو نہیں پہنچے گا؟

۵۔ مجھے کیوں موقع دیا کہ بہشت میں جاکر آدم کو وسوسہ میں مبتلا کروں؟

۶۔ جب میں نے ایسا (خراب) کام انجام دیا تھا تو مجھے کیوں فرزندان آدم پر مسلط کیا کہ میں انہیں بہکاؤں؟ ۷۔ جب میں نے بہکانے کی مہلت مانگی تو وقت معلوم تک کی مہلت کیوں؟ دین دنیا کا شر سے خالی رہنا بہتر تھا؟

خداوند عالم نے پس پردہ سے جواب دیا کہ اے ابلیس تو نے مجھے نہیں

پہچانا اگر تجھے معرفت ہوتی تو اس طرح کے اعتراضات میرے کاموں پر نہ کرتا میں خدا ہوں میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے کوئی مجھ سے میرے کاموں کی بازپرس نہیں کرسکتا اور اپنے اعبار سے میرے کاموں کا سبب نہ تلاش کرتا[1]۔

۲۔ ابلیس کے سابقہ کفر و نفاق کی دوسری دلیل مسئلہ موافات ہے۔ یہ اشعری مذہب کا نظریہ ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ہر شخص کا حق کامل طور پر ادا ہو اس کا ذکر فخر الدین رازی نے بھی اپنی تفسیر میں کیا ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ ابلیس سابق میں مؤمن تھا بعد میں کافر ہوگیا اور ﴿وَكَانَ مِنَ الكَافِرِين﴾ کی تفسیر میں ہے کہ:

۱۔ خدا ازل سے جانتا تھا کہ ابلیس کافر ہوگا۔

۲۔ ابلیس سابقہ ایمان کے باوجود معین زمانہ میں کافر ہوگا اور یہ صحیح ہوتا ہے کہ تھوڑا زمانہ گذرنے کے بعد "کان" لفظ استعمال کیا جائے۔

۳۔ کانَ، صارَ کے معنی میں ہے یعنی وہ پہلے مؤمن تھا بعد میں کافر ہوگیا۔ ۴۔ خدا نے استکبار کے بعد ایسے کفر میں گرفتار کیا کہ اس سے ایمان کی طاقت سلب کرلی[2]۔ لیکن ابو الفتوح رازی نے بیان کیا ہے کہ کانَ کو صارَ کے

---

[1]۔ تفسیر کبیر، ج۱؛ ملل و نحل، ج۱

[2]۔ در منثور، ج۱

معنی میں قرار دینا دو وجہ سے غلط ہے۔ایک تو یہ کہ بلا وجہ ظاہر سے عدول کرنا ہے۔دوسرے کفر کے جوارح قرار دینا صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ آیت اپنے ظاہری معنی پر ہے کہ وہ کافر تھا۔ شیعوں کا نظریہ یہ ہے کہ مومن حقیقی کبھی کافر نہیں ہوتا اس کی دلیل یہ ہے کہ مؤمن مستحق ثواب اور کافر مستحق عذاب ہے اور دونوں حق جمع نہیں ہو سکتے۔ ابلیس کافر و منافق تھا نفاق کی وجہ سے عبادت کرتا تھا فرشتے اسے نہیں جانتے تھے یہاں تک کہ خدا نے سجدہ آدم کے ذریعہ امتحان لے لیا جس سے فرشتوں کو معلوم ہو گیا کہ وہ منافق تھا[1]۔

انسانوں میں ابلیس کا نفوذ

جو لوگ ابلیس و شیطان کے لئے جسم کے قائل ہیں ان کے اعتبار سے وہ جسم لطیف رکھتا ہے اجرام کثیف کے اندر نفوذ کر جاتا ہے بلا تشبیہ جیسے روح انسان کے بدن میں ، آگ انگارہ میں ، خوشبو پھول میں اور تیل سرسوں میں ہوتا ہے اسی طرح شیطان انسان میں نفوذ کرتا ہے اس کی تائید روایات سے ہوتی ہے۔ جناب موسیٰ علیہ السلام اور ابلیس کے درمیان جو گفتگو ہوئی ہے اس میں ابلیس نے جناب موسیٰؑ سے کہا کہ آپ کا میرے اوپر حق ہے اور وہ حق یہ ہے کہ تین مقامات پر میری یاد میں رہو۔جب غصہ آئے مجھے یاد کرو کیونکہ میں

---

[1]۔ روح المعانی، ج۱

اس حالت میں جریان خون کی طرح نفوذ کر جاتا ہوں[1]۔ معصومین کی روایتوں میں ملتا ہے کہ جب فرزند آدم پیدا ہوتا ہے تو اس کا ہمزاد ابلیس میں سے دنیا میں آتا ہے لوگوں میں خون کے جریان کی طرح آدمی میں نفوذ کر جاتا ہے اس کا مسکن آدمی کا سینہ ہے وہ انسانوں سے وعدہ کرتا ہے، لمبی لمبی امیدیں دلاتا ہے، غرور اور خود پسندی کی انسان کو بشارت دیتا ہے ہر انسان کے ساتھ شیطان ہمنشین و ہمدم ہوتا ہے[2]۔ چونکہ شیطان کی تخلیق آگ سے ہوئی ہے اور غصہ کے وقت اس کا نفوذ انسان میں ہوتا ہے شاید اسی وجہ سے غصہ میں چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور شدید غصہ میں آگ کے دھوئیں کی طرح سیاہ ہو جاتا ہے چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ غصہ شیطان کی آگ کا ایک حصہ ہے جو انسان کے دل میں جلتی ہے جب کوئی غصہ میں ہوتا ہے تو آنکھیں سرخ اور رگیں نکل آتی ہیں اور شیطان نفوذ کر جاتا ہے[3]۔

اجمالی طور پر یاد رکھنا چاہیے کہ ابلیس خدا کی وہ مخلوق ہے جو شعور و ارادہ رکھتی ہے انسان کو شر کی جانب آمادہ کرتی ہے گناہ کی طرف لے جاتی ہے، پہلے فرشتوں کے ساتھ یوں زندگی گزاری ہے کہ دونوں میں امتیاز نہیں ہوتا

---

[1] ۔ در منثور، ج۱؛ البرہان بحرانی، ج۱

[2] ۔ سفینۃ البحار، ج۱

[3] ۔ الکافی، ج۲، ؛ المیزان ج۸

تھا لیکن انسان کی تخلیق کے بعد فرشتوں سے علاحدہ پہچانا گیا۔ابلیس کے مددگار جن وانس میں ہیں اور اس کی ذریت سے ،وہ انہیں حکم دیتا ہے کہ انسان کے تمام مسائل میں دخل و تصرف کرے باطل کو حق کی شکل میں اور برائی کو نیکی کی طرح آراستہ کرکے پیش کرے۔ ابلیس اور اس کے مددگار انسان میں نفوذ کرتے ہیں لیکن انسان کو اس کی حضور و نفوذ اور اعمال کا احساس نہیں ہوتا صرف اپنے اعمال کو دیکھتا ہے۔خداوند عالم نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ ابلیس جن کی سنخ سے تھا آگ سے خلق اور ابتدا میں فسق و سرکشی میں مبتلا ہوگیا ﴿الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِي يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ﴾[1] سے اسی جانب اشارہ ملتا ہے۔ ان وسوسوں کو اپنی فکر خیال کرتا ہے دوسرے دوسری مخلوق کا القاء کرنا سمجھ میں نہیں آتا ہے، انسان کے اندر ابلیس کا نفوذ اور اس کے تصرفات ضرور ہوتے ہیں لیکن فکر خود انسان کی ہوتی ہے اور اعمال کی نسبت بھی انسان کی جانب ہوتی ہے۔

ابلیس کے نفوس کے سامان اور اس کے خریدار

ایک بار جناب عیسیٰ علیہ السلام نے ابلیس کو اس حال میں دیکھا کہ کچھ طبق لئے ہوئے اس پر بوجھ لادے ہوئے چلا جارہا تھا؛ پوچھا کہ یہ بوجھ کیا ہے؟

---

[1] ۔ سورہ ناس/۴۔۶

اس نے جواب دیا کہ تجارت کا مال ہے خریداروں کی تلاش میں ہوں، جناب عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ کون سا مال تجارت ہے؟اس نے کہا: ان میں سے ایک ظلم و جور ہے۔ جناب عیسیٰؑ نے پوچھا کہ اس کا خریدار کون ہے؟ جواب دیا: بادشاہ، اسی طرح کبر و حسد و خیانت اور خود پسندی کو بیان کیا اور کے خریدار بیان کئے کہ تکبر دیہاتی لوگ، حسد علماء، خیانت تجّار، خود پسندی عورتیں خرید لیں گی[1]۔

ابلیس اپنے نفوذ میں کمزور پڑجاتا ہے

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ابلیس خود کہتا ہے کہ پانچ قسم کے لوگوں میں میرا اثر و نفوذ نہیں ہوتا ان کے علاوہ تمام افراد میرے نفوذ و قبضہ میں رہتے ہیں۔ وہ پانچ افراد یہ ہیں:

۱۔ جو صدق نیت سے خدا سے رابطہ رکھے اور زندگی کے تمام حالات میں خدا پر توکل کرے۔

۲۔ جس کی تسبیح و ذکر شب و روز جاری رہے اور دن رات میں زیادہ تر یاد خدا سے غافل نہ رہتا ہو۔

---

[1] ۔ سفینۃ البحار، ج۱

۳۔ جو برادر ایمانی کے لئے اسی بات کو پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہو۔

۴۔ جو مصیبت پر نالہ و فغاں اور شکوہ نہیں کرتا ہے۔

۵۔ جو روزی کے سلسلہ میں خدا کی تقسیم پر راضی رہتا ہے اور روزی کی تلاش میں حس سے زیادہ تجاوز نہیں کرتا[1]۔

ابلیس کے فریب خوردہ افراد جن کے اعمال قبول نہیں !

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ابلیس نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ جب میں تین چیزون میں انسان کو اپنے نفوذ و اقتدار میں گرفتار کرلیتا ہوں تو مجھے اس کے نیک اعمال سے کوئی ڈر نہیں ہوتا کیونکہ اس صورت میں اس کے اعمالِ نیک خدا کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتے۔

۱۔ وہ شخص جو اپنی محنت اور عمل کو تقدیر و تشکر کے لئے زیادہ سمجھتا ہے۔

۲۔ جو اپنے گناہ کو بھول جاتا ہے۔

۳۔ جس شخص میں خود پسندی آجاتی ہے[2]۔

---

[1] ۔ الخصال، ج۱ ؛ بحار الانوار، ج۶۰

[2] ۔ الخصال، ج۱

اولویات ابلیس

تفاسیر قرآن اور احادیث و اخبار کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ کچھ ایسے امور ہیں جن کی ابلیس نے بنیاد رکھی ہے:

۱۔ استکبار (پہلی معصیت) ابلیس سے سرزد ہوئی اور وہ استکبار ہے کہ اس نے حکم خدا (آدم کے سجدے) سے انکار کیا[1]۔

۲۔ قیاس: معصومین نے روایت کی ہے کہ جس نے سب سے پہلے دین کے امور میں قیاس کیا وہ ابلیس ہے۔

۳۔ کفر: حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ابلیس وہ پہلا شخص ہے جس نے کفر اختیار کیا اور کفر کی بنیاد رکھی۔ آپؑ ہی نے اس کی توضیح میں فرمایا کہ ابلیس کا کفر شرک نہیں تھا کیونکہ اس نے خدا کی عبادت میں غیر کو شریک نہیں قرار دیا تھا بلکہ بعد میں اس نے لوگوں کو شرک کی دعوت دی اور خود بھی مشرک ہوگیا[2]۔

۴۔ لواط: قوم لوطؑ کے بدترین عمل لواط (مرد کا مرد سے جنسی تعلق قائم

---

[1] ۔ تفسیر قمی؛ بحار الانوار، ج۶۰؛ میزان، ج۸

[2] ۔ اصول کافی، ج۴؛ میزان، ج۸

کرنا) کا بانی بھی ابلیس تھا وہ یہ بدترین عمل اپنے ہی ساتھ انجام دیتا تھا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ جب خدا نے آدمؑ کو زمین پر آنے کا حکم دیا تو آدم اپنی زوجہ کے ساتھ آئے۔ ابلیس بغیر جوڑے کے تھا وہ بھی زمین پر آیا اور وہ پہلا شخص ہے جس نے اپنے ساتھ لواط کیا[1]۔

۵۔ مساحقہ: (عورت کا عورت کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرنا) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب ابلیس نے مردوں کو عمل لواط میں ڈال دیا تو وہ عورتوں کی تلاش میں چلا، عورتوں کی شکل بنائی اور انسان سے کہا کہ تمہارے مرد آپس میں جنسی تعلق قائم کرلیتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں، جناب لوط پیغمبر نے انہیں نصیحت کی ہے لیکن ابلیس نے انہیں اتنا گمراہ کیا کہ عورتیں عورتوں سے جنسی تعلق قائم کرنے لگیں[2]۔

۶۔ حسد: جنادہ ابن امیہ کی روایت ہے کہ پہلی لغزش اور پہلا شبہ ابلیس سے ہے۔ وہ سجدہ کے لئے مامور تھا اس نے حسد کیا اور اسی وجہ سے نافرمانی اور استکبار میں پڑگیا جس کا اظہار ابلیس نے خود بھی کیا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ابلیس نے نوحؑ سے کہا کہ حسد سے پرہیز کرو

---

[1] ۔ علل الشرائع، ج۲؛ بحار، ج۶۰

[2] ۔ الکافی، ج۵،؛ بحار، ج۶۰

کیونکہ اسی حسد نے مجھے لعنت کا مستحق بنادیا اور میں نکالا گیا[۱]۔

۷۔بے جا تعصب: امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا کہ ابلیس نے اصل خلقت کے سبب آدم کے سلسلہ میں تعصب سے کام لیا اور وہ پیشوائے متعصبین و مستکبرین ہوگیا۔

۸۔ گریہ و زاری ۹۔ آواز خوانی ۱۰۔ سرور: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس وہ پہلا شخص ہے جس نے گریہ و زاری کے لئے آواز بلند کی اسی نے آواز خوانی کا آغاز کیا۔ وہ پہلا گانے والا ہے جب جناب آدمؑ نے شجرہ ممنوعہ سے تناول کرلیا تو ابلیس نے آواز خوانی کی اور اتارے جانے کے وقت گایا اور زمین پر استقرار کیا تو گریہ وزاری کی[۲]۔

ابلیس کا کام

قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتابوں میں ابلیس و شیطان کے کام کو جستہ جستہ بیان کیا گیا ہے ہم ان میں سے اہم ترین امور کا تذکرہ کررہے ہیں:

*انسان سے دشمنی کرنا (سورہ بقرہ/۱۲۸)۔ *برائی اور خدا پر جھوٹ باندھنے

[۱]۔ در منثور، ج۵
[۲]۔ تفسیر عیاشی

کی تحریک کرنا(سورہ بقرء۱۹۹)۔ * اولیاء خدا میں خوف پیدا کرنا (آل عمران/۱۵۹)۔ * جھوٹے وعدے کرنا (نساء /۱۲)۔ * شراب اور جوئے کے ذریعہ انسانوں میں کینہ و دشمنی پیدا کرنا (مائدہ/۱۹)۔ * انبیاء سے دشمنی پر آمادہ کرنا (انعام/۱۲)۔ * ذکر خدا اور نماز سے روکنا (مائدہ/۱۹)۔ * بنی نوع انسان کو گمراہ کرنا، وسوسوں میں ڈالنا (اعراف/۲۷)۔ *برے کاموں کو زینت دینا (انفال/۴۸)۔ * ذکر خدا کو بھلانے کی ایجاد(یوسف/۳۲)۔ *فضول خرچی اور کنجوسی کی تحریک(اسراء/۲۷)۔ *انسانوں میں لمبی آرزوؤں کو پروان چڑھانا (نساء/۱۱۹)۔*سحر وجادو کی انسانوں کو تعلیم دینا (بقرہ/۱۰۲)۔ * خدائے رحمان کی عصیان(مریم/۴۴)۔ *انسانوں میں فساد کی تحریک (یوسف/۱۰۰)۔ * حسد ،استکبار،ذلت آفرینی(ص، فرقان)۔ * اپنی عقل کو صحیح قرار دینا دوسروں کے مقابلہ میں (سبا/۲)۔ * عجیب و غریب صنعت، پرستشگاہ بنانا، پیکرتراشی وغیرہ۔ *ہر طرح انسان پر یورش کرنا(اعراف/۱۷)۔ * ذکر خدا کے وقت دل تنگی اور ذکر خدا سے غفلت کے وقت احساس خوشی (ناس، مجمع البیان)۔ * اپنے دوستوں کو وسوسہ کی تعلیم مومنوں سے جنگ کے لیے (انعام/۱۲۱)۔

ابلیس کے محبوب ترین امور

ابلیس کو جن امور سے زیادہ محبت ہے اس میں سے لواط، مساحقہ، فقیہ اور دانشمند کا دنیا سے جانا، مومن کا ایک دوسرے پر غصہ کرنا اور دوری اختیار کرنا، نیز عورتیں (اگر بے دین ہوں) تو یہ ابلیس کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، جناب یحییٰ اور ابلیس کے درمیان ملاقات ہوئی جناب یحییٰ نے ابلیس سے پوچھا کہ کون سی چیز تمہاری آنکھوں کو روشنی دیتی ہے اور کس چیز سے زیادہ خوشی ملتی ہے؟ اس نے کہا کہ عورتیں۔ یہ اس کے شکار کے جال اور ٹیلے ہیں، کیونکہ جب صالحین کی دعائیں اور ان کی مجھ پر لعنت برستی ہے تو میں عورتوں کی جانب دوڑتا ہوں، میرا دل ان سے شاد اور خرم ہوتا ہے کیونکہ میں ان کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کرلیتا ہوں[1]۔

ابلیس کے لئے تکلیف دہ امور

ابلیس جس کے ساتھ تمام طرح کے شر و باطل اور جملہ خیر و برکت سے تنفر کا تصور قائم ہے لیکن کچھ ایسے نیک امور بھی ہیں جن سے شیطان کو بے حد تکلیف پہنچتی ہے اور اسے ان کاموں سے بہت زیادہ نفرت ہوتی ہے ان

---

[1]۔ سفینۃ البحار، ج۱

میں سے متعدد امور کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

۱۔ ذکر خدا: امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص زوجہ سے قریب ہوتا ہے تو شیطان حاضر ہو جاتا ہے اگر یہ شخص نام خدا لیتا ہے تو شیطان دور بھاگتا ہے۔ نیز یہ بھی امامؑ نے فرمایا ہے کہ جب کھانا کھانے کے لئے بیٹھتے ہیں تو انہیں بسم اللہ کہنا چاہئے کیونکہ جب نام خدا لیا جاتا ہے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ باہر چلے جاؤ[1]۔

۲۔ سجدہ اور اس کا طولانی ہونا: امام علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سجدہ کو طولانی بناؤ کیونکہ سجدہ سے زیادہ دشوار کوئی کام ابلیس کے لئے نہیں ہے وہ سجدہ آدم کے لئے مامور تھا حکم خدا سے سرکشی کی وہ دیکھتا ہے کہ فرزند آدم کو سجدہ کے لئے حکم دیا گیا تو وہ اطاعت گذار ہوگیا اور نجات پاگیا۔ نیز ابو الفتوح رازی نے لکھا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی فرزند آدم سجدہ کا سورہ پڑھتا ہے اور سجدہ کے مقام پر پہنچ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان دور ہو جاتا ہے، گریہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ پر وائے ہو ! انسان نے سورہ سجدہ پڑھ کر سجدہ کیا جنت کا مستحق ہوگیا اور میں نے سجدہ نہ کرکے مستحق دوزخ ہوگیا۔انسان کے سجدہ کے وقت شیطان کو رحمت الٰہی سے دوری اور زمین پر ہبوط یاد آتا ہے

---

[1] ۔ تہذیب الاحکام، ج۷، ؛ المحاسن، ؛ بحار الانوار، ج۶۰

اور وہ بے حد تکلیف محسوس کرتا ہے[1]۔

۳۔ذکر خدا کے ساتھ فضائل اہلبیتؑ کا تذکرہ: جب دو مرد مؤمن ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں یاد خدا اور تذکرہ فضائل آل محمد میں مشغول ہوتے ہیں تو ابلیس کے جسم کا سارا گوشت گر جاتا ہے یہاں تک کہ درد کی شدت اور روحانی تکلیف سے استغاثہ کرتا ہے[2]۔

۴۔قرآن کا وجود اور اس کی تلاوت: امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ جس گھر میں قرآن کی تلاوت ہوتی ہے اور خدا کو یاد کیا جاتا ہے تو اس گھر کی برکت کئی گنا ہو جاتی ہے فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور شیطان اس گھر سے بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جس گھر میں قرآن موجود ہو تو اس کی برکت سے خدا شیطان کو اس گھر سے دور کر دیتا ہے۔ اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قرآن کی تلاوت شیطان کو دور بھگا دیتی ہے[3]۔

۵۔اذان نماز: نماز کے لئے اذان دینا ان امور میں سے ہے جو شیطان کو بھگاتا رہتا ہے چنانچہ بعض مقامات پر تذکرہ کیا گیا ہے کہ جتنی دور تک آواز

---

[1]۔الخصال، ج۲؛ روح الجنان، ج۱

[2]۔سفینۃ البحار، ج۱

[3]۔الکافی، ج۷؛ مسند احمد بن حنبل، ج۲؛ سنن دارمی؛ صحیح مسلم

اذان جاتی ہے اتنی دور تک بھاگتا رہتا ہے تا کہ آواز نہ سنائی دے[۱]۔

۶۔ شہادت: راہ خدا میں انسان کے شہید ہونے سے شیطان کو بے حد خوف محسوس ہوتا ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ انسان شیطان پر روزانہ ہزار مرتبہ لعنت بھیجتا ہے۔ ایک روز درمیان خواب ایک شخص آیا اس کو بیدار کیا اور کہا اٹھو کیونکہ دیوار گرنے والی ہے اس نے کہا کہ تم کون ہو کہ مجھے اس قدر رنجیدہ کر رہے ہو، جواب دیا کہ میں شیطان ہوں اس نے کہا کہ جبکہ میں تجھ پر روزانہ ہزار بار لعنت کرتا ہوں تو یہ تکلیف دہ طریقہ کیوں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اس واقعیت کی بناپر کہ شہداء کا مقام خدا کی بارگاہ میں بہت بلند ہے میں ڈرتا ہوں کہ دیوار گرنے سے تو اس کے نیچے دب کر موت تک پہنچ جائے اور تیرا شمار شہداء کے زمرے میں ہو[۲]۔ اس میں یہ نکتہ پوشیدہ ہے کہ مہدوم اور غرق ہونے والا اور وہ عورت جو دردزہ میں دنیا سے چلی جائے اسے شہید کا ثواب ملتا ہے[۳]۔

۷۔ تجدید دوستی: امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب دو مرد مؤمن ملاقات کرکے دوستی کی تجدید کرتے ہیں تو ابلیس کے زانو کمزور ہو جاتے ہیں اور

---

[۱]۔ مفتاح کنوز السنۃ، ص۸۔۳۱

[۲]۔ عرائس المجالس، ص۴۳

[۳]۔ سفینۃ البحار، ج۱

کانپنے لگتا ہے وہ اپنی جگہ کھڑا نہیں رہ پاتا ہے، اعضاء و جوارح میں رعشہ ہو جاتا ہے اور فریاد کرتا ہے: وائے ہو مجھ پر کہ بد بختی نے مجھ کو گھیر رکھا ہے[۱]۔

۸۔ محبان اہلبیت کے ساتھ حسن سلوک: امام جعفر صادق علیہ السلام نے اسحاق بن عمار سے فرمایا اے ابو اسحاق! میرے دوستوں کے ساتھ جتنا کر سکتے ہو حسن سلوک کرو، کوئی مومن دوسرے مومن کے ساتھ حسن سلوک اور نصرت نہیں کرتا مگر یہ کہ ابلیس کے چہرہ کو نوچ دیتا ہے اور اس کے دل کو زخمی کرتا ہے[۲]۔

ابلیس اور قیاس

ابلیس قیاس کا بانی ہے جس کی وجہ سے بے شمار خرابیاں مذہب میں پیدا ہوئیں اور سادہ لوح عوام اس کے ذریعہ گمراہی کے راستے پر لگ گئے اور وہ اسی کے طرز پر قیاس کرنے میں مبتلا ہو گئے جس کو عقل مندی اور علم و ہنر سے تعبیر کرنے لگے جبکہ وہ مکمل دھوکہ اور فریب ہے۔ ایک بار ابو حنیفہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، امامؑ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دین میں قیاس کرتے ہو؟ جواب دیا: ہاں! امامؑ نے فرمایا: قیاس کو

---

[۱] ۔ الکافی، ج ۴؛ منیۃ المرید

[۲] ۔ سفینۃ البحار، ج ۱

دین میں استعمال نہ کرو کیونکہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا اسی نے بہانہ تراشی اور خدا پر اعتراض کرنے کے لئے کہا تھا "تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے بنایا "اس طرح ابلیس نے آگ و خاک کے بیچ قیاس کیا۔ اگر اس نے جناب آدم کو خدا کے عطا کردہ جوہر کو نظر میں رکھا ہوتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ اسی جوہر کو آگ کے مقابلہ میں فضیلت و مرتبہ حاصل ہے[1]۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا ﴿اولُ من قاس امرالدین برأیه ابلیس﴾ اس حدیث نبوی کے تذکرے کے بعد امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دین کے امور میں اپنی رائے سے قیاس کرے گا تو خداوند عالم اس کو روز قیامت ابلیس کا ہم نشین قرار دے گا۔ کیونکہ اس نے قیاس میں ابلیس کی پیروی کی ہے[2]۔ نیز کتب تفاسیر وغیرہ میں اس کا ذکر بھی آیا ہے کہ اگر قیاس نہ رہا ہوتا تو تو سورج یا چاند کی پرستش، بت پرستی اور شرک نہ پایا جاتا[3]۔ ابلیس نے آگ و خاک کے درمیان قیاس کرکے اپنی جہالت کا بھی اعلان کیا اور ہمیشہ کے لئے رسوا بھی ہو گیا، اسی قیاس کی وجہ سے امر الٰہی پر اس نے اعتراض کیا اور کافر ہو گیا، اس نے یہ چاہا کہ خدا اسے ایسے کام کا حکم دے جو اس کو پسند ہو

---

[1]۔ البرهان، ج۲، ؛ قصص الانبیاء ابن کثیر، ج۱

[2]۔ در منثور، ج۲ ؛ المنار، ج۸

[3]۔ المنار، ج۸

اور اس کی خواہش کے مطابق ہو ،اس نے اس مادہ اور مبدأ کے ذریعہ استدلال کیا جس سے وہ پیدا کیا گیا ہے لیکن یہ سب جہالت کا واضح ثبوت ہیں :

* کسی مادہ کی دوسرے مادہ پر برتری، برہان و قیاس سے ثابت نہیں کی جاسکتی۔

*بہت سے قیمتی مادے اصل و بنیاد کے اعتبار سے پست ہوتے ہیں جیسے مشک جو ہرن کے ناف کا خون ہے ،الماس جو کوئلے کے اندر سے ملتا ہے۔

*ملائکہ نوری مخلوق ہیں جنہیں نار کے مقابلہ میں بہر حال برتری حاصل ہے ابلیس کو یہ خیال کرنا چاہیے تھا کہ جب مجھ سے برتر مخلوق سجدہ کر رہی ہے تو مجھے بھی سجدہ کرنا چاہیے لیکن اس نے ایسا نہ کیا اور بارگاہ خدا سے نکال دیا گیا۔

*جو خصوصیت خدا نے جناب آدم علیہ السلام کو دی تھی ابلیس اس سے جاہل اور غافل تھا۔ غافل اس لئے کہ خدا نے پیکر جناب آدم میں اپنی روح ڈالی تھی ان کی علمی اور عملی استعداد کو دوسری مخلوقات سے برتر قرار دیا تھا ، ان کے سامنے ملائکہ کو سجدہ کرنے کے حکم الٰہی سے اسے اس خصوصیت کو سمجھنا چاہیے تھا۔

*حدیثوں میں آیا ہے کہ بہشت کی خاک مشک سے زیادہ خوشبودار ہے اس طرح جنت میں خاک کا وجود ملتا ہے لیکن آگ کا وجود کہیں نہیں ملتا ہے۔

*خدا نے آگ کو وسیلہ عذاب بنایا ہے جبکہ خاک گنہگاروں کی گناہوں کو چھپانے والی ہے۔

*خاک آگ سے بے نیاز ہے لیکن آگ کو جگہ چاہیے اور وہ خاک ہے۔

شاید انہیں وجوہ کی بناپر ابن عباس نے کہا ہے کہ ابلیس کے لئے اطاعت کر لینا قیاس سے بہتر تھا۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ ابلیس کو ئبر استبداد کا بانی ہے اس نے اپنی رائے پر اعتماد کیا۔

عیش و نوش میں غوطہ لگانے والے مالداروں نے قیاس کو ابلیس سے سیکھا ہے جس طرح اس نے جناب آدم سے عصبیت سے کام لیا اسی طرح یہ بھی اپنے مال اور اولاد پر نازاں رہتے ہیں اور احساس تکبر کرتے ہوئے کہتے ہیں "ہم زیادہ مال و اولاد والے ہیں ہم پر عذاب نہیں ہوگا"۔

مولانا ناظم علی خیرآبادی واعظ

عمید جامعہ حیدریہ، خیرآباد، مئو، یوپی، ہند